عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ
ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

قادیانی مربیوں کے دجل کا تحقیقی جواب

جلد: ۳۹ | ۲۰ تا ۲۷ صفر المظفر ۱۴۴۲ھ مطابق ۸ تا ۱۵ اکتوبر ۲۰۲۰ء | شمارہ: ۳۸

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفا تو نے کی تو ہم تیرے ہیں

دارالعلوم دیوبند اور فرق باطلہ کا تعاقب!

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

شریعت میں دو یا تین طلاق کا حکم

س:......دوطلاقوں کی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

ج:...... دوطلاقوں کے بعد بھی عدت کے اندراندر رجوع کر سکتے ہیں، اگر دوران عدت رجوع نہ کیا اور عدت ختم ہوگئی تو نکاح بھی ختم ہوگیا، اب دوبارہ رجوع کی صورت میں نئے سرے سے نکاح کرنا ہوگا اور آئندہ صرف ایک طلاق کا حق باقی رہے گا، اگر وہ بھی کبھی دے دی تو بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوجائے گی اور پھر بغیر حلالہ شرعیہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوگا۔ اسی طرح تین طلاق دینے کی صورت میں بیوی حرمت مغلظہ کے ساتھ ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتی ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں عورت عدت گزارنے کے بعد کسی دوسری جگہ نکاح کرے گی شوہر اول سے نکاح نہیں کرسکتی، جب تک کہ دوسری جگہ نکاح کرنے کے بعد شوہر ثانی وظیفہ زوجیت ادا کرنے کے بعد اپنی مرضی سے طلاق نہ دے دے یا اس کا انتقال نہ ہوجائے، ہاں اگر وہ اپنی مرضی سے طلاق دے دے یا پھر اس کا انتقال ہوجائے تو عورت اس کی عدت پوری کرے۔ عدت گزارنے کے بعد عورت کو اختیار ہے کہ کسی بھی جگہ نکاح کرے، اگر وہ راضی ہو تو شوہر اول سے بھی نکاح کرسکتی ہے۔

عاق اور محروم کرنے سے اولاد ورثہ سے محروم نہیں ہوتی

س:...... ہماری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے اور انہوں نے میراث میں ایک مکان چھوڑا ہے، ہم تمام بہن بھائی چاہتے ہیں کہ اس مکان کو بیچ کر شریعت کے مطابق ہر ایک کو حصہ دے دیں۔ ورثا میں چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ تین بیٹیوں میں سے ایک بیٹی کا انتقال والدہ کی زندگی میں ہی ہوگیا تھا اور چار بیٹوں میں سے ایک بیٹا پیدا ہوتے ہی والدین نے رشتہ دار کو دے دیا تھا اور اس سے ہر طرح کا تعلق ختم کرلیا تھا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ ان تمام بیٹے اور بیٹیوں میں حصے کس طرح تقسیم ہوں گے؟

ج:......صورت مسؤلہ میں آپ کی والدہ مرحومہ کی تمام جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ کو شرعاً دس حصوں میں تقسیم کرکے ان کے ہر ایک بیٹے کو دو دو حصے اور ہر ایک بیٹی کو ایک ایک حصہ دیا جائے گا۔ جس بیٹی کا انتقال ماں سے پہلے ہوگیا وہ اس کی وارث نہیں ہوگی، کیونکہ انتقال کے وقت جو اولاد زندہ ہو شرعاً بس وہی اولاد وارث ہوتی ہے، اس طرح جو بیٹا کسی رشتہ دار کو لے پالک کے طور پر دے دیا تھا وہ بھی برابر کا حق دار ہوگا اور شرعاً وارث ہوگا۔ اس لئے کہ حقیقی اولاد اگر انتقال کے وقت زندہ ہو تو وہ ہر حال میں وارث بنتی ہے خواہ وہ کسی دوسرے کو بطور لے پالک دے دی گئی ہو یا اس کو عاق کردیا گیا ہو، کیونکہ تعلق ختم کرنے سے یا عاق اور محروم کرنے سے اولاد ورثہ سے محروم نہیں ہوتی اور والدین کے لئے اپنی اولاد کو عاق کرنا بھی جائز نہیں۔

وراثت کی تقسیم

س:......میرے والد مرحوم نے اپنے ترکہ میں ایک گھر چھوڑا ہے، جس کی مالیت پندرہ لاکھ روپے ہے۔ ورثا میں ایک بیوہ، دو بیٹے اور آٹھ بیٹیاں شامل ہیں۔ قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلہ فرمادیجئے کہ ترکہ کیسے تقسیم کیا جائے؟

ج:......صورت مسؤلہ میں مرحوم کی تمام جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ کو شرعاً (۹۶) چھیانوے حصوں میں تقسیم کریں گے، جس میں سے (۱۲) بارہ حصے بیوہ کو اور (۷) سات حصے ہر ایک لڑکی کو اور (۱۴) چودہ حصے ہر ایک لڑکے کو ملیں گے اور کل رقم پندرہ لاکھ میں سے بیوہ کو (۱۸۷۵۰/=) اٹھارہ ہزار سات سو پچاس روپے، اور ہر ایک بیٹی کو (۱۰۹۳۷.۵۰/=) دس ہزار نو سو سینتیس روپے پچاس پیسہ، ہر ایک بیٹے کو (۲۱۸۷۵/=) اکیس ہزار آٹھ سو پچھتر روپے ملیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلس ادارت

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد،
علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی،
مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۹ ۲۰ تا ۲۷ ؍صفر المظفر ۱۴۴۲ھ مطابق ۸ تا ۱۵؍اکتوبر ۲۰۲۰ء شمارہ:۳۸

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن مینجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور قانون کی پاس داری	۴	محمد اعجاز مصطفیٰ
حضرت عمرؓ اور انسانی سوسائٹی کو درپیش چیلنج	۷	مولانا زاہد الراشدی مدظلہ
کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں	۹	مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی
سوشل میڈیا مصلحین و مفکرین... دعوتِ محاسبہ	۱۲	ابودانیال محمد رضی الرحمٰن قاسمی
دارالعلوم دیوبند اور فرقِ باطلہ کا تعاقب	۱۵	مولانا شاہ عالم گورکھپوری
خبروں پر ایک نظر	۱۸	مولانا محمد ابراہیم ادھمی
قادیانی مربیوں کے دجل کا تحقیقی جواب	۱۹	مولانا عبدالحکیم نعمانی
مولانا شجاع آبادی کے دعوتی و تبلیغی اسفار	۲۱	ادارہ
شہید ختم نبوت میرے والد ماجد نور اللہ مرقدہ	۲۵	قاری فاروق احمد تونسوی

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) **IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019**
AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) **IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018**
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور

قانون کی پاس داری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علٰی عبادہٖ الذین اصطفیٰ

گزشتہ شمارے میں طلبا کی تربیتی نشست سے گفتگو کرتے ہوئے چند باتیں عرض کی تھیں، یہ تحریر بھی اُسی کا تسلسل ہے۔ قارئین بھی ملاحظہ فرمائیں:

۱۹۴۷ء میں ہمارا ملک پاکستان معرض وجود میں آیا تو ظفر اللہ خان قادیانی کو اس ملک کا وزیر خارجہ بنایا گیا۔ یہ مصر گیا تو فلسطین کا وفد اس سے ملا کہ ہم اقوام متحدہ میں فلسطین کے حق میں ایک قرارداد لانا چاہتے ہیں۔ آپ ہماری حمایت کریں۔ اس نے جواب دیا کہ میں پاکستان کا وزیر خارجہ تو ہوں لیکن جب تک ہمارا خلیفہ (اس وقت مرزائیوں کا خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود تھا) اجازت نہیں دے گا، میں آپ کی حمایت نہیں کرسکتا۔ پھر اس وفد نے مرزا بشیر الدین محمود کو خط لکھا، اس کے کہنے پر ظفر اللہ نے اس قرارداد کی حمایت کی۔ یہ تمام باتیں بمع ثبوتوں کے حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ تک پہنچ گئیں، وہ اس وقت کے وزیر اعظم لیاقت علی خانؒ کے پاس گئے اور پوچھا کہ وزیر اعظم آپ ہیں یا بشیر الدین محمود؟ کیونکہ پاکستان کے وزیر خارجہ نے فلسطین کے حق میں ووٹ دینے کے لئے آپ سے نہیں پوچھا بلکہ اپنے خلیفہ سے اجازت لی۔ لیاقت علی خان کو بہت غصہ آیا۔ ہماری معلومات کے مطابق ظفر اللہ کی دھوکا دہی یعنی اوپر سے ساتھ دینا لیکن اندرون خانہ دوسروں کے ساتھ ملا ہونا، یہ سب قائداعظم محمد علی جناح مرحوم پر بھی عیاں ہوا تھا، لیکن انہیں زیادہ وقت نہ ملا۔ اب وزیر اعظم لیاقت علی خان پر حقیقت واضح ہوئی تو اس نے کہا کہ میں انہیں غیر مسلم قرار دوں گا، سب طے ہوگیا۔ راولپنڈی کے لیاقت باغ میں جلسہ ہوا، قادیانیوں کو بھنک پڑ گئی تو انہوں نے منصوبہ بندی کی اور سب کو اطلاع کردی۔ جب وزیر اعظم آئے تو ان کے پروٹوکول کے لئے کوئی افسر نہیں آیا، نہ پنجاب حکومت اور اس کے افسران۔ اب وہ تقریر کرنے کھڑے ہوئے تھے کہ گولی چلی اور وہ شہید ہوگئے، اور ظاہر یہ کیا گیا کہ گولی چلانے والے کو بھی مار دیا گیا۔ حالانکہ اسے نہیں مارا، وہ وہاں سے فرار ہوکر چناب نگر (ربوہ) پہنچا اور وہاں سے باہر بھیج دیا گیا، یہ سب قادیانیوں نے کیا۔

قائداعظم محمد علی جناح مرحوم فوت ہوئے تو علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ یہی ظفر اللہ قادیانی ان کی نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوا۔ اس سے صحافیوں نے پوچھا کہ تم نے جنازہ کیوں نہیں پڑھا؟ تو یہ کہنے لگا کہ ''مجھے مسلمان حکومت کا غیر مسلم وزیر سمجھ لو یا غیر مسلم حکومت میں مسلمان وزیر۔'' اس کا مطلب یہ کہ میں قائداعظم کو غیر مسلم حیثیت ہوں، اس لئے ان کا جنازہ نہیں پڑھ سکتا۔

قادیانی ٹولہ، مجھے اور آپ کو بلکہ ہر مسلمان کو جو خاتم النبیین ، شفیع المذنبین ، سیّد الاولین والآخرین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی مانتے ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر مانتے ہیں، یہ ان سب کو کافر کہتے ہیں اور اپنے آپ کے بارہ میں کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ لیکن ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے بارہ میں جو منیر کمیشن بنا، اس عدالت میں اس ظفر اللہ خان قادیانی نے اس سوال کے جواب میں کہ آپ نے قائد اعظمؒ کی نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھی تو اس نے یہ کہا کہ چونکہ علامہ شبیر احمد عثمانی نے نماز جنازہ پڑھائی اور وہ ہمیں کافر کہتے ہیں، اس لئے میں نے جنازہ نہیں پڑھا۔ حالانکہ اس کا پہلا بیان اس وقت کے اخبار ''زمیندار'' میں موجود ہے۔

۱۹۵۲ء میں جب انہوں نے دیکھا کہ فورسز میں ہمارے لوگ کلیدی عہدوں پر زیادہ آ گئے تو انہوں نے سوچا کہ صوبہ بلوچستان کی چونکہ آبادی کم ہے، اس کو قادیانی اسٹیٹ بنا لیا جائے۔ ۱۹۵۲ء گزرنے سے پہلے اسے اپنا بیس بنا کر پورے پاکستان میں ہم اپنا کام کریں گے۔ یہ بڑھک ماری تھی مرزا بشیر الدین محمود نے، پھر سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ نے فیصل آباد میں، ابھی ۱۹۵۲ء ختم نہیں ہوا، کہا کہ: ''مرزا محمود! ۱۹۵۲ء تیرا تھا تو ۱۹۵۳ء میرا ہے، پھر ختم نبوت تحریک چلی، جس میں تین مطالبے تھے: (۱) ظفر اللہ قادیانی کو وزارتِ خارجہ سے ہٹایا جائے، (۲) قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، (۳) اور کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو ہٹایا جائے۔''

اس وقت کے وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین کے سامنے جب یہ مطالبات رکھے گئے تو اس نے کہا کہ ''اگر ہم نے ایسا کیا تو امریکا ہماری گندم بند کر دے گا۔'' تحریک کے ان مطالبات کو پورا کرنے کی بجائے عوام کے سامنے فورسز کو لایا گیا، تقریباً دس ہزار مسلمانوں نے لاہور میں جامِ شہادت نوش کیا۔ ایک موقع پر حضرت سیّد عطاء اللہ شاہ صاحبؒ سے دو سوال کئے گئے کہ آپ کو اس تحریک سے کیا ملا اور دس ہزار مسلمانوں کے خون کا جواب کون دے گا؟ تو حضرت سیّد عطاء اللہ شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھوٹے مدعیٔ نبوت مسیلمہ کذاب کے خلاف یمامہ کے مقام پر جنگ لڑی تھی، اس میں بارہ سو صحابہ و تابعین شہید ہوئے تھے۔ ساری دنیا والے مل جائیں، ایک صحابی کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ان بارہ سو کا جو حساب حضرت ابوبکر صدیقؓ دیں گے وہی جواب میں دس ہزار مسلمانوں کے خون کا بھی دے دوں گا اور دوسرے سوال کے جواب میں فرمایا کہ: تحریک ناکام نہیں ہوئی۔ میں نے مسلمانوں کے دلوں میں ایسا ایٹم بم فٹ کر دیا ہے کہ جب بھی یہ پھٹے گا تو قادیانیت کا کفر آشکارا کر دے گا۔ یہ بم پھٹا ہے ۱۹۷۴ء میں اور وہ بھی قادیانیوں کی اپنی شرارت کی وجہ سے۔ ملتان میں نشتر میڈیکل کالج کے طلبا میں انتخابات ہوئے تو ایک طرف مسلمان تھے اور قادیانی بھی اس وقت دندناتے تھے، وہ مسلمانوں سے ہار گئے، پھر یہ مسلمان نوجوان گھومنے پھرنے سوات جا رہے تھے، جب ربوہ کے اسٹیشن سے گزرے تو قادیانیوں نے اپنا لٹریچر تقسیم کیا، مسلمان طلبا نے اسے پھاڑ کر پھینکا اور ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگائے۔ جب وہ اپنی سیاحت مکمل کر کے واپس یہیں سے گزرے تو مسلح قادیانیوں نے مرزا طاہر (جو اس مرزا مسرور سے پہلے تھا اور اس قادیانی نوجوانوں کی تنظیم کا سربراہ تھا) کی قیادت میں لوہے کے راڈ اور ڈنڈوں وغیرہ سے ٹرین کی بوگی میں گھس کر مسلمان طلبا کو مارا پیٹا۔ ہمارے مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد) کو پتہ چلا تو پھر وہاں سے یہ تحریک شروع ہوئی، تین مہینے کے اندر اندر قومی اسمبلی میں حضرت مفتی محمود، مولانا عبدالحق، مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد رحمہم اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کی کاوشوں سے بحث چلی اور قومی اسمبلی نے انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ پوری روئیداد ''مصدقہ رپورٹ'' کے نام سے پانچ جلدوں میں چھپی ہے، اسے پڑھیں۔ بہت قیمتی چیز ہے۔ پتہ چلتا ہے کہ کس طرح بحث ہوئی اور قادیانیوں نے کس طرح گول مول جواب دے کر ہیر پھیر کی اور ان کی ہیرا پھیری پکڑی گئی۔ ۱۹۷۴ء میں یہ غیر مسلم اقلیت قرار تو دیئے گئے لیکن اس پر کوئی قانون سازی نہیں ہوئی۔ پھر یہ جان بوجھ کر کلمہ طیبہ کا بیج لگاتے اور قرآنی آیات

کا، تو پھر ۱۹۸۴ء میں تحریک چلی۔ صدر جنرل ضیاء الحق مرحوم نے ’’امتناع قادیانیت آرڈی نینس‘‘ نافذ کیا، جس میں یہ ہے کہ یہ خود کو مسلمان نہیں کہہ سکتے۔ مسلمانوں کے شعار مثلاً ’’السلام علیکم‘‘ کہنا اور عبادت کے لئے جس طرح مسلمان اذان دیتے ہیں، یہ اس طرح کی اذان نہیں دے سکتے اور مرزے کے ساتھیوں کو صحابی نہیں کہہ سکتے اور مرزا کی بیوی کو ام المومنین نہیں کہہ سکتے۔ اس کے گھر والوں کو اہل بیت نہیں کہہ سکتے۔ اگر یہ کہیں گے تو انہیں مالی جرمانے کے ساتھ ساتھ تین سال تک سزا ہو سکتی ہے۔

پہلے مجلس احرار نے یہ تحریک چلائی، ۱۹۴۷ء میں پاکستان بنا، دو سال بعد یہ جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بنی، اس وقت نام مجلس تحفظ ختم نبوت تھا۔ حضرت امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اس کے پہلے امیر تھے اور الحمد للہ! آج تک اس کا تسلسل ہے اور ہر تحریک میں اس جماعت نے بحمد للہ! کامیابی حاصل کی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے بزرگوں کے مشوروں کے مطابق یہ چلتے ہیں۔ ختم نبوت کا کام کرنے والی اور بھی بہت ساری جماعتیں ہیں، لیکن اس جماعت سے نکلی ہوئی کوئی جماعت نہیں ہے۔ کام تو یہ سب مسلمانوں کا ہے اور کر بھی رہے ہیں، جس جماعت کے تحت بھی کریں، اچھی بات ہے۔ لیکن بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ ہے کہ بعض جماعتیں جیسے تقسیم ہوتی ہیں، اس طرح مجلس تحفظ ختم نبوت بھی تقسیم ہوئی اور ایک دھڑا وہ ہے، اور فلاں ہے، ایسا بالکل نہیں ہے۔ ہر ایک اپنا کام اپنے طریقہ سے کر رہا ہے، ہم میں کوئی توڑ نہیں ہے، ہمیشہ مل کر چلتے ہیں، مشورہ سے چلتے ہیں لیکن جماعتی نظم میں چلنا ہر آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہاں نفس کو مٹانا پڑتا ہے، خواہش کو مارنا پڑتا ہے اور ہر کارکن اپنے بڑوں کے ماتحت ’’مردہ بدست زندہ‘‘ کی ہوتا ہے، اسی لئے جماعت میں چلنا مشکل ہوتا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہم اپنے اپنے انداز میں کام کریں، کر رہے ہیں، ٹھیک ہے، لیکن اس جماعت سے نکلی ہوئی کوئی جماعت نہیں ہے، اپنے طور پر کر رہے ہیں اور اچھا کام کر رہے ہیں۔ ہم کسی کی نفی نہیں کرتے، ہم چونکہ بزرگوں کے مشورہ کے مطابق چلتے ہیں۔ بعض اوقات حالات ایسے آجاتے ہیں کہ آدمی کا نپنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس وقت بڑوں کا تدبر اور دور اندیشی کارکنوں کی راہنمائی کرتی ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی کامیابی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم قانون سے باہر نہیں جاتے، ہمیں لوگ کتنا ہی اکسائیں، ہم قانون اپنے ہاتھ میں نہیں لیتے۔ قانونی تقاضے ہمیشہ ہم نے پورے کئے کیونکہ ہماری ذمہ داری اتنا ہے۔ اگلی ذمہ داری حکومت وقت کی، عدالت کی ہے۔ ہم اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہیں بحمد للہ! ہمارا (علماء کرام کا) کام لوگوں کو بتانا ہے، جواب دینا ہے، سمجھانا ہے۔ باقی رہے اختیارات تو وہ حکومت کے پاس ہوتے ہیں۔ اگر کسی ادارہ میں قادیانی ہو تو ہم اسے نہیں نکال سکتے، یہ کام حکومت کا ہے۔ ہمارے لوگ اپنا کام کرتے نہیں اور سارا ملبہ ہم پر ڈال کر کہتے ہیں کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت والے کیا کرتے ہیں؟ ہم جماعت کے لوگ اپنے اختیارات اور اپنی حدود تک تو کام کر سکتے ہیں، آگے جس کا دائرہ ہے، وہ کرے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العالمین۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

صاحبِ کوثر ﷺ

ہو پسینہ جس کا خوشبو میں گلاب سے بھی بڑھ کر　　کوئی ایسا جسمِ اطہر نہ ہوا، نہ ہے، نہ ہوگا

صفِ انبیاء میں ان کی یہ دلیل برتری ہے　　کہ عطا کسی کو کوثر نہ ہوا، نہ ہے، نہ ہوگا

سیّد طفیل احمد مدنی

حضرت عمرؓ اور انسانی سوسائٹی کو درپیش چیلنج

حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ صرف ملت اسلامیہ نہیں بلکہ انسانی تاریخ کی عظیم شخصیات میں شمار ہوتے ہیں اور ان سے ہر دور میں امت مسلمہ اور انسانی سوسائٹی نے استفادہ کیا ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے بیسیوں فضائل ومناقب میں سے ایک یہ ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا کہ اگر نبوت کا سلسلہ منقطع نہ ہو جاتا اور میرے بعد کسی کے نبی کے منصب پر فائز ہونے کی گنجائش ہوتی تو عمرؓ نبی ہوتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں نبی بننے کی صلاحیت موجود تھی مگر نبوت کا سلسلہ منقطع اور دروازہ بند ہو جانے کی وجہ سے وہ نبی نہیں بن سکے۔ چنانچہ اس کا ایک مظہر یہ ہے کہ قرآن کریم کی بہت سی آیات حضرت عمرؓ کی رائے کی تائید میں نازل ہوئیں، جنہیں مفسرین کرامؒ کی اصطلاح میں ''موافقات عمرؓ'' کہا جاتا ہے اور ان کی تعداد دو درجن کے لگ بھگ بیان کی گئی ہے۔ بعض مواقع پر پیش آمدہ مسائل حضرت عمرؓ نے رائے کا اظہار کیا جس کی تائید میں وحی نازل ہوئی اور قرآن کریم نے ان کی رائے کو صائب قرار دیا۔ مثلاً غزوۂ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ انہیں قتل کر دینا چاہئے، یہ رائے قبول نہیں کی گئی اور ان قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا، جس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی آیات کے ذریعے حضرت عمرؓ کی رائے کی تائید فرمادی، اسی طرح اور بھی بہت سے واقعات احادیث میں موجود و مذکور ہیں۔

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت عمرؓ کے ذوق کے حوالہ سے ایک واقعہ کا ذکر کرنا چاہوں گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض احکام وقتی ضرورت کے لئے ہوتے تھے جو ضرورت مکمل ہو جانے کے بعد باقی نہیں رہتے تھے۔ جیسا کہ ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار میں مواخاۃ کرائی گئی اور انہیں ایک دوسرے کا وارث قرار دیا گیا، جو مدینہ منورہ میں مہاجرین کو آباد کرنے کی وقتی ضرورت کے تحت تھا، بعد میں ضرورت مکمل ہونے پر وراثت کے باقاعدہ احکام نافذ ہوئے اور مواخات کا یہ سلسلہ موقوف ہو گیا۔ اسی طرح ایک موقع پر عید الاضحیٰ کے خطبہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ قربانی کا گوشت گھر میں تین دن سے زیادہ رکھنا منع ہے، جبکہ اگلے سال عید الاضحیٰ کے موقع پر اعلان کیا کہ گزشتہ سال یہ پابندی وقتی ضرورت کے تحت لگائی گئی تھی کہ کچھ ضرورت مند قبائل مدینہ منورہ میں ہجرت کر کے آئے تھے، پابندی کا مقصد یہ تھا کہ گوشت ذخیرہ کرنے کی بجائے ان کو دے دیا جائے، اب وہ صورتحال نہیں ہے اس لئے پابندی ختم ہو گئی ہے۔

اس پس منظر میں ایک اور حکم پر غور کر لیا جائے کہ عمرۃ القضاء کے موقع پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کافی عرصہ کے بعد حاضری کا موقع ملنے کی وجہ سے انتہائی عاجزی کے ساتھ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے، جسے ارد گرد دیکھنے والے دشمنوں نے کمزوری پر محمول کیا اور کہا کہ ''وھنتھم حُمّٰی یثرب''، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو یثرب کی آب وہوا راس نہیں آئی اور وہ کمزور پڑ گئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند نہیں آئی، چنانچہ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین چکر رمل کے ساتھ لگائے جائیں، یعنی عاجزی کی بجائے اکڑ کر چلا جائے تاکہ دشمن اسے کمزوری نہ سمجھے۔ یہ رمل اب تک چلا آ رہا ہے اور طواف کے پہلے تین چکر آج بھی رمل کے ساتھ لگائے جاتے ہیں، حالانکہ یہ ایک وقتی ضرورت تھی جو اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں بھی باقی نہیں رہی تھی، بالخصوص فتح مکہ کے بعد تو ماحول بالکل بدل گیا تھا اور ارد گرد کوئی طعنہ دینے والا موجود نہیں تھا، مگر رمل بدستور چلتا رہا اور اب بھی چل رہا ہے۔

حضرت عمرؓ کے بارے میں ایک روایت میں مذکور ہے کہ انہوں نے اپنی خلافت کے دور میں اس بات پر غور کیا کہ اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی، اسے ختم کر دینا چاہئے، مگر یہ سوچ کر ارادہ ترک کر دیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنی حیات مبارکہ میں بظاہر ضرورت ختم ہو جانے کے باوجود اسے ختم نہیں کیا تو اس میں یقیناً اور بھی کوئی مصلحت ہو گی، اس لئے اسے جاری رہنا چاہئے۔ یہ میں نے اس لئے عرض کیا کہ آج کل یہ سوچ عام ہوتی جا رہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جس سنت مبارکہ کے بارے میں بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ یہ شاید وقتی ضرورت کے تحت تھی اور آج اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اس لئے اس سنت کو جاری رکھنے پر نظر ثانی کرنی چاہئے، یہ درست طرز فکر نہیں ہے اور حضرت عمرؓ کے اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جو کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع کیا اور ان کی حیات طیبہ میں جاری رہا، آج اگر اب کوئی ضرورت دکھائی نہ دیتی ہو تو بھی اس پر نظر ثانی کی بات نہیں کرنی چاہئے اور اسے بدستور جاری رہنا چاہئے۔

سیدنا حضرت عمرؓ کے بارے میں اس پہلو پر بھی کچھ عرض کرنا چاہوں گا کہ جہاں تک ان کے فضائل و مناقب اور عظمت و بزرگی کی بات ہے اس کا تذکرہ کرتے رہنا ہمارے ایمان کا حصہ اور تقاضہ ہے اور برکت و رحمت کا باعث ہے مگر آج کی دنیا کو بھی حضرت عمرؓ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ انسانی سوسائٹی کے مشکل ترین مسائل کے حل کے لئے حضرت عمرؓ کا اسوہ اور نظام راہنمائی کا کام دیتا ہے اور ہمیں اس طرف زیادہ توجہ دینی چاہئے۔ بالخصوص گڈ گورننس اور ویلفیئر اسٹیٹ کے حوالہ سے تو حضرت عمرؓ کی شخصیت آج بھی حوالہ اور آئیڈیل کی حیثیت رکھتی ہے، جس کا اپنے اور پرائے سب تذکرہ کرتے ہیں۔ ابھی مجھ سے پہلے مقرر نے گاندھی جی کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے نظامِ حکومت کے حوالہ سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دور حکومت کو مثالی قرار دیا تھا۔ جبکہ ہمارے ہاں تو اس کا مسلسل تذکرہ ہوتا رہتا ہے، آج ہی اخبارات میں خیبر پختونخوا کے وزیر اعلیٰ کا بیان شائع ہوا ہے کہ گڈ گورننس کے حصول اور کرپشن کے خاتمہ کے لئے حضرت عمرؓ ہمارے بہترین راہنما ہیں۔ کچھ عرصہ قبل سپریم کورٹ آف پاکستان کے سابق چیف جسٹس جناب افتخار محمد چوہدری نے اپنے دور میں ایک کیس کی سماعت کے دوران یہ ریمارکس دیے تھے کہ ہمارا سب سے بڑا مسئلہ کرپشن اور سب سے بڑی ضرورت گڈ گورننس ہے جس کے لئے ہمیں حضرت عمرؓ سے راہنمائی حاصل کرنا ہو گی۔ میں نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک کالم میں عرض کیا تھا کہ چوہدری صاحب محترم کا یہ ارشاد بالکل بجا ہے مگر میرا سوال ہے کہ حضرت عمرؓ کی گڈ گورننس ملک کے کون سے ریاستی تعلیمی ادارے میں پڑھائی جاتی ہے؟

حضرت عمرؓ کی گڈ گورننس کے حوالہ سے ایک تاریخی واقعہ ذکر کرنا چاہوں گا جو امام ابوعبیدہؒ نے اسلامی معاشیات کی کلاسیکل کتاب ''کتاب الاموال'' میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں یمن کے گورنر حضرت معاذ بن جبلؓ نے ایک سال صوبے سے وصول ہونے والی آمدنی کا تیسرا حصہ کسی مطالبہ کے بغیر مرکز کو بھجوا دیا، جس پر حضرت عمرؓ نے انہیں باقاعدہ خط کے ذریعے تنبیہ فرمائی کہ یمن سے وصول ہونے والی زکوٰۃ و صدقات پر یمن کے لوگوں کا حق زیادہ ہے، آپ نے مرکز کو کیوں بھجوا دیا ہے؟ انہوں نے جواب میں لکھا کہ یمن کی سرکاری اور عوامی ضروریات پورے ہونے کے بعد اس سال یہ رقم بچ گئی ہے، اس لئے آپ کو بھیج دی ہے۔ اگلے سال انہوں نے نصف، تیسرے سال دو تہائی اور چوتھے سال پوری رقم مرکز کو بھیج دی اور خط لکھا کہ اللہ تعالیٰ کے قانون اور حضرت عمرؓ جیسے عادل حکمران کی برکت سے آج ہمارے صوبے میں کوئی شخص بھی بیت المال سے مدد حاصل کرنے کا مستحق نہیں رہا، اس لئے ساری رقم مرکز کو بھیج رہا ہوں۔

گویا اللہ تعالیٰ کے قانون و احکام کی برکات تو ہوتی ہیں، عادل حکمرانوں کی برکت بھی ہوتی ہے، اس لئے آج حضرت عمرؓ کی حیات مبارکہ کے اس پہلو کو دنیا کے سامنے اجاگر کرنے کی زیادہ ضرورت ہے کہ انہوں نے کس سادگی، قناعت، جفاکشی، بے تکلفی اور صبر و حوصلہ کے ساتھ حکومت کی، لوگوں کو انصاف فراہم کیا، اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و قوانین کو انسانی معاشرے میں عملی طور پر نافذ کر کے سوسائٹی کو اس کی برکات سے فیضیاب کیا، اس لئے عرض کیا کرتا ہوں کہ فضائل و مناقب کا ذکر بھی ضروری ہے اور ہمارے ایمان کا حصہ ہے اس سے ثواب و اجر ملتا ہے، برکات حاصل ہوتی ہیں اور اپنے بزرگوں کے ساتھ نسبت بھی تازہ اور پختہ ہوتی ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ آج کی دنیا کے مسائل کیا ہیں اور آج کی انسانی سوسائٹی کو کون سی مشکلات، پرابلمز اور چیلنجز درپیش ہیں؟ ہمارا ایمان ہے کہ ان سب کا علاج اور حل قرآن و سنت اور خلافت راشدہ کے نظام میں موجود ہے مگر ہماری اس طرف توجہ نہیں ہے، اور ہم اس حوالہ سے دنیا کی راہنمائی کے لئے علمی اور عملی طور پر کوئی کردار اختیار نہیں کر رہے۔

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

کی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی

سیدالکونین، امام الثقلین، محسن اعظم، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت و محبت جزو ایمان ہے اور لازمۂ اسلام ہے، اس کے بغیر دین و ایمان کا تصور بھی محال ہے۔ محبت ایک ایسا لطیف جذبہ ہے جو ہر انسان کو اپنی جانب کھینچتا ہے، بالخصوص اس وقت جب محبوب، محسن بھی ہو، معلم بھی۔ مربی بھی ہو، مزکی بھی۔ رحیم و خیر خواہ بھی ہو اور شفیع و سفارشی بھی۔ محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کے رنگ میں رنگ جاؤ! اس کی چاہت پر ہر چاہت کو مغلوب کر دو! اس کے حکم پر کسی حکم کو غالب نہ آنے دو۔ سویدائے قلب سے بار بار یہی صدائیں آتی رہیں: جو تیری خوشی وہ میری خوشی، جو تیرا مشن وہ میرا مشن، جو تیری لگن وہ میری لگن۔ غرض، ہر لمحہ اسی کی یاد، اسی کا احساس، اس کی تڑپ اور اس کی چاہ ہو۔

اعلان:

معروف محدث و فقیہ علامہ عینی رحمہ اللہ (۱۳۶۱ھ - ۱۴۵۱ھ) محبت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے رقم فرماتے ہیں: ''دل کا تعلق اور میلان کسی چیز کی طرف ہونا، اس تصور سے کہ اس میں کوئی کمال اور خوبی و عمدگی ہے، اس طرح کہ وہ شخص اپنے رجحان اور آرزو و خواہش کا اظہار اس چیز میں کرے جو اس کو اس سے قریب کردے۔'' (عمدۃ القاری ۱/۱۴۲)

اسبابِ محبت:

عام طور پر کسی بھی شخص سے محبت و تعلق کے چار اسباب ہو سکتے ہیں: حسن و جمال، لیاقت و کمال، احسان و نوال، قرابت و رشتہ داری، علامہ نوویؒ (۶۳۱-۶۷۶ھ) فرماتے ہیں: ''محبت کی اصل یہ ہے کہ دل کسی ایسی چیز کی طرف مائل ہو جو مرغوب و پسندیدہ ہو۔ پھر دل کا میلان کبھی ایسی چیز کی طرف ہوتا ہے جس میں انسان لذت محسوس کرتا ہو اور اسے حسین سمجھتا ہو، جیسے حسن صورت اور کھانا وغیرہ اور دل کا میلان کبھی ایسی چیز کی طرف ہوتا ہے جس کی لذت باطنی وجوہ کی بنا پر اپنی عقل سے معلوم کرتا ہو جیسے صلحا، علماء اور اہل فضل کی مطلق محبت اور کبھی دل کا میلان کسی کی طرف اس کے احسان اور اس سے کسی تکلیف دہ اور ناپسندیدہ چیزوں کو دور کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔'' (المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، ۲/۱۴)

جب ہم گہرائی کے ساتھ سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اس بات کا یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ یہ تمام اسباب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ذات میں بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں۔

حسن و جمال: ایک آدمی کسی سے محبت اس کی ظاہری خوب صورتی کی وجہ سے کرتا ہے، جیسا کہ دنیا میں اسی سبب کو محبت کی کلید کہا جاسکتا ہے۔ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے حسن و جمال کی وجہ سے محبت کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو دنیا کے حسین ترین انسان تھے۔ آپؐ کے حسن و جمال کی گواہی متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے دی ہے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ چاندنی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ آپ پر سرخ رنگ کا دھاری دار حلہ (جوڑا) تھا، میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دیکھتا اور چاند پر بھی نظر کرتا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔ (شمائل ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی، گویا سورج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے میں رواں (چہرہ نہایت ہی منور) تھا۔ (ایضاً)

کمال: کسی سے محبت کا ایک سبب اس کے اندر کا کمال و لیاقت اور خوبی و عمدگی بھی ہوتی ہے، جیسے علم و فضل اور صلاحیت و صالحیت وغیرہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں سینکڑوں کمالات تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ پر نبوت ختم ہوئی اور میرے

بعد کوئی نبی نہیں آئے گا''۔ (المعجم الوسط: 3274)
اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اولین و آخرین کے علم سے نوازا تھا۔ پھر مخلوقات میں جتنے بھی کمالات ہیں وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی واسطے سے ہیں؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مبلغ اور قاسم ہیں جیسا کہ آپ کا فرمان ہے: ''میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا کرنے والا ہے۔''

احسان: ایک آدمی کسی کے احسان کی وجہ سے بھی اس سے محبت کرتا ہے۔ صفت احسان بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں حد درجہ پائی جاتی تھی۔ حدیث میں ہے کہ آپ کے در سے کوئی خالی ہاتھ نہیں لوٹتا تھا، آپ اپنی وسعت کے مطابق ہر سائل کا دامن مراد بھر کر واپس فرماتے تھے۔ اس عمومی بخشش کے علاوہ خاص خاص مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جود و کرم انتہا کو پہنچ جاتا۔ جیسے بخاری شریف کی روایت ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے۔ جب رمضان کا مہینہ آتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم کا دور کرتے تھے۔ (اور خاص طور پر رمضان میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت ہوا سے بھی زیادہ تیز ہوتی تھی۔''

قرابت و رشتہ داری: محبت کا ایک سبب رشتہ داری بھی ہے۔ اس کی وجہ سے بھی باہمی تعلقات مضبوط و مستحکم ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے لئے ہمدردی و جاں نثاری کے جذبات ابھرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حیثیت سے بھی محبت کئے جانے کا اولین حق رکھتے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے:

''ایمان والوں کے لئے یہ نبی ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ قریب تر ہیں اور ان کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں۔''

(الاحزاب:۶)

ایک روایت میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا: ''میں تمہارے لئے شفیق باپ کے درجہ میں ہوں۔'' (ابوداؤد)

یہاں تو سر سے پہلے دل کا سودا شرط ہے یارو!

جب ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کی سیرت و سوانح کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم کو پتہ چلتا ہے کہ یہ نفوس قدسیہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اس قدر ڈوبے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مرنے کٹنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وفات رسول کی خبر سن کر بے تاب ہوگئے اور کہنے لگے ''خبردار! جس کسی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں، میں ایسے شخص کی گردن اڑا دوں گا! میرے آقا تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے گئے ہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے ملاقات کے لئے گئے تھے، وہ لوٹ آئیں گے اور بہت جلد لوٹ آئیں گے! بلال حبشیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اذان دینا چھوڑ دیا۔ حضرت اویس قرنیؒ نے حضور کی محبت میں اپنے دانت اکھاڑ لئے۔ ایک صحابی رسول کو آپ کی وفات کی اطلاع ملی تو انہوں نے وہیں پر کھڑے کھڑے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ خدایا! میری بینائی ختم فرما دیجئے! اس لئے کہ اب وہ ذات ہمارے درمیان نہیں رہی، جس کے دیدار سے ہم اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے تھے۔ (الادب المفرد)

ہمارے ملک کے معروف مفکر حضرت مولانا زاہد الراشدی لکھتے ہیں: حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت اور عقیدت تو جذبہ و جنون اور اطاعت و وفاداری دونوں سے عبارت تھی۔ اس لئے اس کا رنگ سب سے الگ تھا اور اسی وجہ سے زمانہ ہمیشہ ان کی کوئی مثال لانے سے قاصر رہا ہے۔ مگر اس عقیدت و محبت کے اظہار کا انداز جدا جدا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی زندگی کی سب سے بڑی خواہش کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مجھے اس دنیا میں تین چیزیں پسند ہیں: جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی زیارت کرتا رہوں، میرا مال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ ہوتا رہے اور میری بیٹی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہو۔

مگر حضرت عمرو بن العاصؓ کی محبت کا انداز اس سے مختلف ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اگر مجھ سے کوئی دریافت کرے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور اور حلیہ مبارک کی کیفیات بیان کروں تو نہیں کرسکوں گا، اس لئے کہ زندگی بھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کو آنکھ بھر کر دیکھ ہی نہیں پایا۔ جب کافر تھا تو اس قدر نفرت تھی کہ نظر ڈالنے کو جی نہیں چاہتا تھا اور جب مسلمان ہوا تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کا رعب اتنا تھا کہ آنکھ بھر کر دیکھنے کی ہمت ہی نہیں تھی۔ یہ اظہارِ محبت اور احترام و ادب کے اپنے اپنے انداز ہیں، وارفتگی کی ایک ایسی قدرِ مشترک ہے کہ جس نے سب کو محبت و عقیدت کے بے مثال رشتے میں

پرورکھا ہے۔

(رسول اللہ کی محبت اور مسلمانوں کے جذبات)

طبقات ابن سعد میں عاصم بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا ان کے آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہوئے دیکھا۔ یہی وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں جو آثار رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی حد درجہ عشق کرتے تھے۔ کنز العمال کی روایت کے مطابق جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے ابن عمرؓ بھی وہاں نماز ادا فرماتے، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی درخت کے نیچے فروکش ہوئے ہوتے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ اس کی نگہداشت کرتے اور اس کی جڑوں میں پانی ڈالتے کہ وہ کہیں سوکھ نہ جائے۔

طبقات ابن سعد میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ کوئی رات ایسی نہیں گزرتی جس میں اپنے محبوب کو نہ دیکھتا ہوں! یہ بیان کرکے روتے جاتے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو آنکھیں محض اس لئے عزیز تھیں کہ ان کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوتا تھا۔

اسی طرح شواہد النبوۃ میں ملا جامی علیہ الرحمہ نے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی وفات کی خبر حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے سنی تو وہ اس قدر غمزدہ ہوئے کہ نابینا ہونے کی دعا مانگنے لگے کہ میرے حبیب کے بعد یہ دنیا میرے لئے قابل دید نہ رہی اور خدا کی قدرت کہ آپ اسی وقت نابینا ہوگئے، لوگوں نے کہا تم نے یہ دعا کیوں مانگی؟ فرمایا: لذت نگاہ تو آنکھوں سے ہے، مگر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب میری آنکھیں کسی کے دیدار کا ذوق نہیں رکھتیں۔

معلوم ہوا کہ عشق، زبانی دعویٰ کا نام نہیں بلکہ وہ ایک جذبہ ہے جو عاشق کو اپنے محبوب پر ہر شئے کو نثار کرنے پر ابھارتا ہے۔ عشق رسول ایک ایسی چاشنی ہے جو بھی اسے چکھ لیتا ہے تو پھر کفار کے روح فرسا مظالم' جلادانہ بے رحمی وسفاکی' دنیا بھر کی اذیتیں اس کے پائے استقامت کو متزلزل نہیں کرسکتیں۔ عشق رسول کا مزہ پوچھنا ہو تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے دل سے پوچھئے جنہوں نے عشق کی راہ میں کیسے کیسے صدمات سہے، ریگستان عرب کی سخت تپتی ریت پر انہیں بار بار لٹایا جاتا اور ان کے اس سینہ پر جس میں محبت رسول کے ہزاروں چراغ جل رہے تھے کفار مکہ کی جانب سے وزنی پتھر رکھا جاتا اور ان پر کوڑے برسائے جاتے پھر بھی وہ محبتِ رسول کے دامن کو نہیں چھوڑتے اور زبان حال سے یہ اعلان کرتے جاتے تھے۔

میں مصطفیٰ کے جامِ محبت کا مست ہوں
یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

خلاصہ تحریر:

ذکر رسول اور جلسہ ہائے سیرت کے ساتھ ہمیں اس بات پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا آج ربیع الاول کی اتنی سی اہمیت رہ گئی کہ ملت کے کچھ افراد اسے جشن کے طور پر مناکر فارغ ہوجائیں؟ کچھ دیر کے لئے جلسے جلوس کا انعقاد کرلیا جائے؟ کچھ نعتیہ مشاعروں اور مدحیہ مجلسوں کا اہتمام ہوجائے! اس کے بعد سال کے گیارہ مہینے سنتوں کا جنازہ نکلے، فرامین رسول سے سرتابی ہو، تعلیمات نبوی کو پامال کیا جائے اور جانتے بوجھتے خلاف شرع امور انجام دیئے جائیں اور ہماری پیشانیوں پر شکن تک نہ آئے؟

نہیں نہیں! ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ امت مسلمہ کو اس نادر موقع سے بہت کچھ فیض لینا ہے، بہت کچھ نفع پہنچانا ہے، امت کے لئے یہ موقع اس اہم ترین سبق کی یاد دہانی ہے جسے اس نے فراموش کردیا ہے اور اسی وجہ سے اقوام عالم کے درمیان نشان عبرت بنی ہوئی ہے۔

ربیع الاول کا مہینہ پوری امّت کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مہینہ ہے، حالانکہ سارے مہینے ہمارے آقا علیہ السلام کے ہیں؛ مگر یہ مہینہ آپ علیہ السلام کی ولادت کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے امت کو چاہئے وہ اس نادر موقع سے بھرپور اٹھائے، سیرت النبی کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کرے، نئی نسل کو اس جانب متوجہ کرے، لوگوں میں ضروری امور سے متعلق شعور بیدار کرے اور سنت کے مطابق زندگی گزارنے کو ترجیح دے۔

محبت کے حوالے سے حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کے ان بصیرت افروز اشعار پر ہم اپنی بات ختم کرتے ہیں:

محبت کیا ہے، دل کا درد سے معمور ہو جانا
متاع جاں کسی کو سونپ کر مجبور ہو جانا
یہاں تو سر سے پہلے دل کا سودا شرط ہے یارو
کوئی آساں نہیں ہے سرمد و منصور ہو جانا

☆☆..................☆☆

سوشل میڈیائی مصلحین ومفکرین......دعوتِ محاسبہ

ابودانیال محمد رضی الرحمٰن قاسمی

گزشتہ چند دہائیوں میں ذرائع ابلاغ نے غیر معمولی ترقی کی ہے، اخبار ورسائل سے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کا دور آیا، پھر انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے آنے سے ذرائع ابلاغ اس قدر تیز ہوگیا ہے کہ چند دہائیاں قبل اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

کچھ فائدے:

ذرائع ابلاغ کی اس تیز رفتاری سے یقیناً بہت سارے فائدے بھی ہوئے ہیں کہ پہلے جن معلومات کے حصول اور ترسیل میں دنوں، ہفتوں، مہینوں؛ بلکہ سالوں گزر جاتے تھے، ان کا حصول اور ان کی ترسیل چند گھنٹوں، چند منٹوں، بلکہ چند پلوں میں ممکن ہوگئی ہے، یقیناً یہ بڑا انقلاب ہے اور اس کی وجہ سے بہت سارے کاموں میں بہت زیادہ انرجی اور وقت بچ جاتے ہیں۔

دعوتی نقطۂ نظر سے بھی ذرائع ابلاغ کی اس ترقی کی وجہ سے کام بہت آسان ہوگیا ہے کہ اپنی چیزیں اور اسلام کا آفاقی پیغام بہتر سے بہتر اسلوب میں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانا نہایت ہی آسان ہوگیا ہے، اسی طرح ملحدین، اسلام دشمن عناصر اور مسلمانوں کے بیچ اور دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے تئیں شبہات پیدا کرنے والوں کا تحقیقی اور بہ وقت ضرورت مسکت جواب دینا اور اسے بڑے پیمانے پر لوگوں تک پہنچانا بھی بہت ہی سہل ہوگیا ہے۔

علمی وتحقیقی میدان میں کام کرنے والے افراد کے لئے بھی یہ سہولت ہوگئی ہے کہ وہ اپنے مطلوبہ مواد اور معلومات تک بہ آسانی پہنچ سکتے ہیں اور اس حوالے سے دوسرے ایکسپرٹ اور متخصص لوگوں کی آراء، نقطہ ہائے نظر اور تحقیق سے بہ آسانی استفادہ کرکے اپنے کام کو زیادہ باوزن اور مفید بناسکتے ہیں اور اس کے بعد اپنی کاوشوں کو استفادے کے لئے بڑے پیمانے پر نشر کرسکتے ہیں۔

چند نقصانات:

ان جیسے اور دوسرے بہت سارے فائدوں کے ساتھ ساتھ ذرائع ابلاغ کی تیز رفتاری نے اور خاص کر سوشل میڈیا کے بہت زیادہ رواج پا جانے اور ہر عام وخاص کی اس تک بہ سہولت رسائی نے افراتفری کا ماحول اور انفرادی واجتماعی سطح پر انسانی، مذہبی، سماجی اور اخلاقی ایسے چیلنجز کھڑے کردیے ہیں، جن کا تصور چند دہائیوں قبل ممکن نہیں تھا اور ذرائع ابلاغ کی اس تیز رفتاری خاص کر سوشل میڈیا کے بہ آسانی ہر عام وخاص تک رسائی نے اکثر لوگوں کے حق میں ایسی صورت حال پیدا کردی ہے، جیسے کہ ناسمجھ بچوں کے ہاتھوں میں کھیلنے کے لئے چھری اور دوسری مہلک چیزیں دے دی جائیں کہ ان چیزوں کا یقیناً صحیح استعمال بھی ہے اور انسانیت کو اس کی ضرورت بھی ہے اور اس سے بہت سارے فائدے بھی ہیں؛ لیکن ناسمجھ بچوں کے ہاتھ میں ان کا ہونا نقصان، تباہی اور ہلاکت وبربادی ہی کا سبب بن سکتا ہے۔

مختلف سروے کے ذریعے یہ بات معلوم ہوئی ہے؛ بلکہ ہر معمولی سمجھ بوجھ والا انسان اپنے اردگرد کے مشاہدے کے ذریعے بھی یہ جان سکتا ہے کہ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے صارفین میں زیادہ تر لوگ اِن کا اوسطاً ۹۰ فیصد کے آس پاس بے مقصد اور بسا اوقات تباہ کن استعمال کرتے ہیں اور روزانہ کئی کئی گھنٹے عمر عزیز کے قیمتی اوقات کو ضائع کرتے ہیں؛ حالانکہ اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو یہ بات بالکل سامنے کی ہے کہ ''زندگی درحقیقت وقت ہی کا نام ہے جو کہ ہمیں پیدائش سے لے کر موت کے بیچ تک ملتا ہے'' گویا کہ وقت کو ضائع کرنا زندگی کو ضائع کرنا ہے۔

سوشل میڈیائی مصلحین ومفکرین:

سوشل میڈیا کے اس پھیلاؤ نے ایک اور بڑا مسئلہ یہ پیدا کیا ہے کہ دینی، سماجی، معاشرتی، اخلاقی، سائنسی، تاریخی اور مختلف میدان میں بزعم خود مصلحین اور مفکرین کا ایک بڑا جتھا اپنے خیال کے مطابق انسانیت کی اصلاح اور اس کو نفع

پہنچانے کے لئے سوشل میڈیا پر کمربستہ ہو گیا ہے۔

سوشل میڈیائی مصلحین و مفکرین کے نمایاں اوصاف:

ان مصلحین اور مفکرین کی کارکردگی اور چند نمایاں اوصاف یہ ہیں:

۱- یہ اپنے موضوع سے متعلق بلکہ غیر متعلق ہرا ہم اور غیر اہم؛ بلکہ لغو قسم کی باتوں کو نقل کرنا اور دوسروں تک پہنچانا اپنی نہایت ہی اہم ذمہ داری سمجھتے ہیں۔

۲- اپنے موضوع سے متعلق اور غیر متعلق مراسلوں اور پوسٹ پر تبصرہ کرنا اور ان کے بارے میں اپنی معقول و نامعقول رائے اور تجزیہ پیش کرنا نہایت ہی اہم فریضہ اور ذمہ داری سمجھتے ہیں۔

۳- بیہودہ باتوں کو اور ایسی باتوں کو جو لوگوں کی کردارکشی پر مشتمل ہو اور جن میں استہزاء اور مذاق اڑایا گیا ہو، انہیں بہ زعمِ خود بغرض اصلاح نہایت ہی مخلصانہ طور پر لوگوں کے درمیان پھیلاتے ہیں۔

۴- بدزبانی اور بیہودہ جملوں کا بے دریغ استعمال نہ صرف روا سمجھتے ہیں؛ بلکہ انھیں اپنے لئے باعث عزت وفخر گردانتے ہیں۔

۵- ان کی تحقیقی باتوں میں حقیقتاً تحقیق اور صحیح نتیجے پر پہنچنے کی سچی طلب اور جستجو کے بجائے بدگمانی کا عنصر بڑی وافر مقدار میں ہوتا ہے۔

۶- ''بغرض اصلاح'' مختلف موقعوں پر اپنی بات کی تائید وتصویب میں جھوٹ، دجل وفریب اور حقیقت کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کا بھی کام کرتے ہیں۔

۷- اللہ نے بحیثیت انسان ہر شخص کو عزت وتکریم سے نوازا ہے، یہ اپنے اس طرح کے طرز عمل سے جہاں دوسروں کو بے عزت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہیں اپنی سطحیت اور گری ہوئی سوچ کا اظہار کر کے اپنے آپ کو بڑے پیمانے پر بے عزت کرنے کا سبب بنتے ہیں۔

سوشل میڈیائی مصلحین ومفکرین کا طرز عمل دین اور اخلاق کے میزان میں:

جو لوگ ملحد ہوں، دین اور اخلاق دونوں سے عاری ہوں یا مذہب کے پیروکار ہوں، لیکن اخلاق سے عاری ہوں، ایسے لوگوں کے حق میں تو صرف دعا ہی کی جاسکتی ہے کہ اللہ عزوجل ان کے اندر دین واخلاق پیدا کرے یا یہ کہ اخلاقی قدروں سے ان کی زندگی کو آراستہ کرے!

درج ذیل معروضات ان سوشل میڈیائی مفکرین ومصلحین کی خدمت میں پیش ہیں، جو نہ تو دین کے منکر ہیں اور نہ ہی ایسے ہیں کہ اخلاقی قدروں کی ان کی نگاہوں میں کوئی وقعت نہیں ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ سماجی اور عقلی طور پر بھی یہ ایک مبینہ حقیقت ہے کہ وہ شخص جو ہر سنی ہوئی اور اس تک پہنچی ہوئی باتوں کو نقل کرتا ہے اور آگے پہنچاتا ہے، وہ بہت ساری باتوں میں جھوٹا ہوتا ہے یا کسی جھوٹے کا آلہ کار بنتا ہے، اسی حقیقت کو سید الاولین والآخرین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

''کفی بالمرء کذبا أن یحدث بکل ما سمع۔'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵)

ترجمہ: کسی انسان کے جھوٹے ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کرے۔

یہ بات بھی واضح رہے کہ receivedas لکھ دینے سے انسان جھوٹے ہونے کے دائرہ سے نہیں نکل جاتا ہے؛ کیوں کہ یہ نہایت ہی سادہ سا سوال ہے کہ کسی بھی فرد کو اس بات کی کیا ضرورت ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی یا اس تک پہنچی ہوئی بات کو دوسروں تک ضرور منتقل کرے ہی؟

دوسری بات یہ ہے کہ انٹرنیٹ کے ذریعے یا سوشل میڈیا پر آنے والے ایسے مراسلوں اور پوسٹ پر تبصرہ کرنا یا ان پر کوئی مختصر یا مفصل تجزیاتی تحریر لکھنا جس کا دینی و دنیاوی کوئی فائدہ نہ ہو لغو کام ہے اور ایک مسلمان کو اور اچھے اخلاق کے حامل فرد کو یہ زیب نہیں دیتا ہے کہ وہ لغو کاموں میں اپنا وقت اور اپنی طاقت صرف کرے، چنانچہ اللہ عزوجل نے مومنوں کے اوصاف میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ وہ لغو کاموں کے پاس سے اعراض کر کے گزر جاتے ہیں:

''وَاِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا.'' (الفرقان: ۷۲)

اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایک اچھے مسلمان کی یہ صفت ہی بتائی ہے کہ وہ لغو اور فضول کاموں سے مکمل طور پر اجتناب واعراض کرے: ''من حسن سلام المرء ترکه مالا یعنیه۔'' (سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۲۳۱۷)

تیسری بات یہ ہے کہ بے ہودہ اور فحش باتوں کو پھیلانا نہ تو کسی صاحب ایمان کو زیب دیتا ہے اور نہ ہی اچھے اخلاق کے تقاضوں سے میل کھاتا ہے، قرآن کریم نے فحش اور بیہودہ باتوں اور چیزوں کو پھیلانے والوں کے لئے دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے:

''اِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ اَنْ تَشِيعَ

الْفَاحِشُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُم عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنيَا وَالآخِرَۃِ۔‘‘(النور:۹۱)

جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان بیہودہ گوئی کرنے والا اور فحش باتیں کرنے والا ہو ہی نہیں سکتا ہے۔(سنن ترمذی، حدیث نمبر:۱۹۷۷)

اور قرآن وسنت سے یہ بات ثابت ہے کہ ایسی باتیں جو کسی کے استہزا پر مشتمل ہو، بدترین قسم کا اخلاقی جرم اور صریح ظلم ہے۔(الحجرات:۱۱،سنن ابوداود، حدث نمبر:۴۸۷۵،صحیح بخاری،حدیث نمبر:۵۰۳)

چوتھی بات یہ ہے کہ بدگمانی ایک نہایت ہی بدترین قسم کی صفت ہے چنانچہ اسی وجہ سے اللہ عزوجل نے بدگمانی تو کجا بہت زیادہ گمان اور ظن سے بھی کام لینے سے منع فرمایا:یَا اَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا اجتَنِبُوا کَثِیرًا مِّنَ الظَّنِّ إنَّ بَعضَ الظَّنِّ اِثمٌ (الحجرات:۱۲)ترجمہ:اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو، یقیناً بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔

پانچویں بات یہ ہے کہ جھوٹ بولنا وہ بدترین عمل ہے جو عقل، شریعت اور سماج ہر ایک کی نگاہ میں قابل مذمت ہے قرآن وسنت کے مختلف نصوص میں بھی اس کی قباحت وشناعت کا ذکر موجود ہے۔(حج:۳۰،صحیح بخاری،حدیث نمبر:۳۳)

چھٹی بات یہ ہے کہ بحیثیت انسان اللہ عزوجل نے ہر انسان کو معزز ومکرم بنایا ہے، قرآن کریم میں ہے:’’وَلَقَد کَرَّمنَا بَنِی آدَمَ۔‘‘(الاسراء:۷۰)ترجمہ:اور ہم نے انسان کو باعزت بنایا۔

اور یہ کہ عزت اور ذلت اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے۔چنانچہ ارشاد ربانی ہے:’’وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ بِیَدِکَ الخَیرُ‘‘ (آل عمران:۲۶) ترجمہ: اور تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور تو جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے۔

اپنی باتوں اور کارکردگی کے ذریعے کسی کو بےعزت کرنے کی کوشش کرنا نہایت ہی مکروہ اور گھناؤنا عمل ہے۔ نیز جھوٹ، بدگمانی، دجل و فریب، استہزاء، نامعقول رائے اور لغو قسم کی باتوں کے ذریعے دوسروں کو بےعزت کرنے کی کوشش درحقیقت اپنے آپ کو بھی بے عزت کرنے کو مستلزم ہے اور خود کو بےعزت کرنے کی کوشش عقل وشرع دونوں کے میزان میں ایک احمقانہ حرکت ہے۔

آخری بات یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کے لئے بھیجا تھا، لیکن قرآن کریم میں متعدد جگہ اس بات کی صراحت بھی فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری بہتر اسلوب میں اللہ کی طرف سے آئے ہوئے پیغام کو لوگوں تک پہنچا دینا ہے، زبردستی لوگوں کو دین پر لانا اور ان کو اچھے اخلاق سے متصف کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ کار میں نہیں ہے: ’’لَستَ عَلَیھِم بِمُصَیطِرٍ‘‘ (الغاشیہ:۲۲،نیز دیکھئے:کہف:۶)

ہم اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوت واصلاح کے کاموں میں نائب ہیں، لہٰذا ہماری بھی ذمہ داری بس اتنی ہے کہ ہم لوگوں تک صحیح پیغام پہنچانے کی کوشش کریں؛ لیکن اصلاح کی اس کوشش میں یہ ہمارے لئے لازمی اور ضروری ہے کہ صحیح اسلامی اور اخلاقی خطوط پر یہ کام کریں، اصلاح کے نام پر غیر اخلاقی ہتھکنڈوں کو استعمال کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے، درحقیقت یہ اصلاح کا طریقہ بھی نہیں ہے؛ بلکہ اپنے نفس اور شیطان کی پیروی ہے اور اپنے اندر پائے جانے والے غیر اخلاقی خواہشات کی تسکین کا ایک ذریعہ ہے۔سوشل میڈیائی ایسے مصلحین اور مفکرین سے میری یہ درخواست ہے کہ وہ کتاب وسنت، عقل سلیم اور اخلاق کے معیار کو سامنے رکھ کر یہ غور کریں کہ کیا واقعی وہ مصلحین اور مفکرین ہیں یا اپنے غیر اخلاقی جذبات کی تسکین کا سامان فراہم کرنے کی کوشش میں لگے ہیں اور درحقیقت اصلاح کے پردے میں فساد پھیلانے کا بدترین کام کررہے ہیں؟ جس پر اللہ عزوجل نے سخت وعید فرمائی ہے۔☆☆

بقیہ:......حضرت عمرؓ اور انسانی سوسائٹی کو درپیش چیلنج

چنانچہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے میں علماء کرام، دینی کارکنوں بالخصوص دینی مدارس کے اساتذہ وطلبا سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خلفاء راشدینؓ اور خاص طور پر حضرت عمرؓ کے دورِ حکومت کے سیاسی، انتظامی، معاشی، عدالتی اور معاشرتی نظام واحکامات کو سمجھنا اور آج کی دنیا کے سامنے پیش کرنا ہماری ذمہ داری ہے اور ہمیں اس سلسلہ میں اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو پوری طرح سمجھتے ہوئے ان کی ادائیگی کے لئے بھرپور کوشش کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ سب کو توفیق سے نوازیں، آمین یارب العالمین۔

(روزنامہ اسلام لاہور، ۶ ستمبر ۲۰۲۰ء)

دارالعلوم دیوبند اور فرقِ باطلہ کا تعاقب

مولانا شاہ عالم گورکھپوری

دار العلوم دیوبند عقیدے کے اعتبار سے اہل سنت والجماعت اور مسلک کے لحاظ سے حنفی ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے دینی اور مسلکی رخ کو نہایت ہی بلیغ اور جامع انداز میں دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نوراللہ مرقدہ نے ان الفاظ میں واضح کیا ہے۔ حضرت موصوف لکھتے ہیں:

”علمی حیثیت سے یہ ولی اللّٰہی جماعت مسلکاً اہل سنت والجماعت ہے جس کی بنیاد کتاب وسنت اور اجماع وقیاس پر قائم ہے، اس کے نزدیک تمام مسائل میں اولین درجہ نقل روایت اور آثار سلف کو حاصل ہے، جس پر پورے دین کی عمارت کھڑی ہوئی ہے، اس کے یہاں کتاب وسنت کی مرادات محض قوتِ مطالعہ سے نہیں؛ بلکہ اقوالِ سلف اور ان کے متوارث مذاق کی حدود میں محدود رہ کر نیز اساتذہ اور شیوخ کی صحبت و ملازمت اور تعلیم وتربیت ہی سے متعین ہوسکتی ہیں، اسی کے ساتھ عقل ودرایت اور تفقہ فی الدین بھی اس کے نزدیک فہم کتاب وسنت کا ایک بڑا اہم جزو ہے، وہ روایات کے مجموعہ سے شارع علیہ السلام کی غرض وغایت کو سامنے رکھ کر تمام روایات کو اُسی کے ساتھ وابستہ کرتا ہے اور سب کو درجہ بدرجہ اپنے اپنے محل پر جمع بین الروایات اور تعارض کے وقت تطبیقِ احادیث اس کا خاص اصول ہے، جس کا منشا یہ ہے کہ وہ کسی ضعیف سے ضعیف روایت کو بھی چھوڑنا اور ترک کردینا نہیں چاہتا؛ جب تک کہ وہ قابل احتجاج ہو۔

تزکیۂ نفس اور اصلاح باطن بھی اس کے مسلک میں ضروری ہے، اس نے اپنے منتسبین کو علم کی رفعتوں سے بھی نوازا اور عبدیت وتواضع جیسے انسانی اخلاق سے بھی مزین کیا۔

بنابریں دینی شعبوں کے تمام اربابِ فضل و کمال اور راسخین فی العلم خواہ محدثین ہوں یا فقہاء صوفیاء ہوں یا عُرفاء، متکلمین ہوں یا اصولین، امراءِ اسلام ہوں یا خلفاء ان کے نزدیک سب واجب الاحترام اور واجب العقیدت ہیں، جذباتی رنگ سے کسی طبقے کو بڑھانا اور کسی کو گرانا یا مدح وذم میں حدودشرعیہ سے بے پرواہ ہوجانا اس جماعت کا مسلک نہیں، اس جامع طریق سے دارالعلوم نے اپنی علمی خدمات سے شمال میں سائبیریا سے لے کر، جنوب میں ساٹرا اور جاوا تک اور مشرق میں برما سے لے کر مغربی سمتوں میں عرب اور افریقہ تک علوم نبویہ کی روشنی پھیلادی جس سے پاکیزہ اخلاق کی شاہراہیں صاف نظر آنے لگیں۔

مختصر یہ کہ علم و اخلاق کی جامعیت اس جماعت کا طرۂ امتیاز رہا اور وسعتِ نظری، روشن ضمیری اور رواداری کے ساتھ دین وملت اور قوم و وطن کی خدمت اس کا مخصوص شعار، لیکن ان تمام شعبہ ہائے زندگی میں سے زیادہ اہمیت اس جماعت میں مسئلۂ تعلیم علوم نبوت کو حاصل رہی ہے؛ جب کہ یہ تمام شعبے علم ہی کی روشنی میں صحیح طریق پر بروئے کار آسکتے تھے اور اسی پہلو کو اس نے نمایاں رکھا؛ اس لئے اس مسلک کی جامعیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ جامع علم ومعرفت، جامع عقل وعشق، جامع عمل واخلاق، جامع مجاہدۂ و جہاد، جامع دیانت وسیاست، جامع روایت و درایت، جامع خلوت و جلوت، جامع عبادت و مدنیت، جامع علم وحکمت، جامع ظاہر و باطن اور جامع حال وقال ہے، اس مسلک کو جو سلف وخلف کی نسبتوں سے حاصل شدہ ہے اگر اصطلاحی الفاظ میں لایا جائے تو اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دارالعلوم دیناً مسلم، فرق اہل السنۃ والجماعۃ، مذہباً حنفی، مشرباً صوفی، کلاماً ماتریدی اشعری، سلوکاً چشتی؛ بلکہ جامع السلاسل، فکراً ولی اللّٰہی، اصولاً قاسمی، فروعاً رشیدی، اور نسبتاً دیوبندی ہے۔“

اسلام کے خلاف جب بھی کسی فتنے نے سراٹھایا تو اس کی سرکوبی بغیر کسی لیت ولعل کے دارالعلوم اور ابنائے دارالعلوم دیوبند نے اپنا دینی اور اخلاقی فریضہ سمجھا اور اس فریضہ کو اس خلوص وللّٰہیت کے ساتھ نبھایا کہ آج دنیائے اسلام میں یہی ان کا طرۂ امتیاز بن گیا؛ چنانچہ رفض وتشیع ہو یا نصرانیت و عیسائیت، بابیت اور بہائیت ہو یا قادیانیت ہو یا دور حاضر میں جدت وجدیدیت کے نام سے جنم لینے والے دیگر فتنے ہوں، کسی بھی فتنے کے مقابلہ میں

علماء دیوبند نے کبھی سمجھوتے سے کام نہ لیا۔

نصرانیت، عیسائیت اور شیعیت کے خلاف دارالعلوم دیوبند کے اکابر بالخصوص حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہم کی خدمات جگ ظاہر ہیں۔ ۱۹۲۳ء میں آگرہ کے قرب و جوار میں جب فتنۂ ارتداد نے سر اٹھایا تو دارالعلوم نے اپنی حیثیت سے کہیں آگے بڑھ چڑھ کر بڑی بے جگری کے ساتھ اس فتنہ کا مقابلہ کرنے کے لئے حصہ لیا؛ چنانچہ اس مقصد کے لئے آگرہ میں مستقل ایک دفتر قائم کیا گیا جس کے تحت پچاسوں مبلغین شب و روز فتنۂ ارتداد کے علاقوں میں خدمات میں مصروف رہے، دو سو سے زائد مکاتب قائم کئے گئے جن میں وہاں کے باشندے ملکانوں اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو دینی تعلیم دینے کا نظم کیا گیا۔ اعتراف حقیقت کے طور پر اُن دنوں ملک کے مشہور اخبار ''سیاست لاہور'' نے اپنے اداریہ مورخہ ۲۷/جون ۱۹۲۳ء کی اشاعت میں لکھا:

''دارالعلوم دیوبند کے مبلغین کو فتنۂ ارتداد میں جو جو نمایاں کامیابیاں حاصل ہوئیں وہ اظہر من الشّمس ہیں۔ جہاں تک تحفظ دین و تردید مخالفین اور اصلاح مسلمین کا تعلق ہے وہ دارالعلوم دیوبند کے مدرسین و مبلغین اور منتظمین کا حصہ سارے ہندوستان میں بڑھ چڑھ کر ہے، مثال کے طور پر اگر ان غیر محدود کوششوں کو ملاحظہ کرلیا جائے جو آریہ سماج نے اسلام کے خلاف کیں تو آپ کو روز روشن کی طرح نظر آئے گا کہ ان مساعی کے مقابلے میں سب سے زیادہ نمایاں طریق پر جو سینہ سپر ہوا وہ ''مدرسہ عالیہ عربی دیوبند'' ہی ہے جو ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ملی سرمایہ کے تحفظ اور بقاء کا ذریعہ بنا ہے۔''

انیسویں صدی کے اخیر میں جب قادیانیت نے سر اٹھایا تو علماء دیوبند ہی ہیں جنہوں نے قادیانی فتنہ کا ایسا کامیاب تعاقب کیا کہ باوجود انگریزی حکومت کی سرپرستی اور کھلے عام تعاون کے قادیانیت اپنی تمام تر منصوبہ بندیوں میں پوری طرح ناکام رہی، جو لوگ اس فتنے کے خطرناک عزائم سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ صہیونیت کی تحریک سے کئی گنا خطرناک منصوبے مرزا قادیانی کے تھے اور ان منصوبوں کی تکمیل کے لئے انگریزی حکومت نے مرزا قادیانی کو مذہبی چولہ اور الہامی زبان کا مالک بھی بنادیا تھا، یہ قوت نہ بابیوں اور بہائیوں کو حاصل تھی اور نہ صہیونی دانشوروں کو؛ لیکن علماء دیوبند کی مخلصانہ جدوجہد نے اسے سیاسی، سماجی اور علمی تمام میدانوں میں ناکام بنادیا۔

قادیانی سرگرمیوں کے اعتبار سے اگر تحفظ ختم نبوت کی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ پہلے دور میں یعنی قادیانی فتنہ کے منظر عام پر آنے سے لے کر مرزا قادیانی کے مرنے تک قادیانیت اور اسلام کے مابین میدان کارزار صرف زبان اور کاغذ و قلم رہا ہے؛ چنانچہ انفرادی طور پر یا کسی قدر اجتماعی طور پر اُس دور کے علماء اسلام نے اور بالخصوص علماء دیوبند نے کاغذ و قلم اور زبان کے ہی میدان میں اس کو منطقی انجام تک پہنچایا اور قادیانیت اس طرح شکست و ریخت سے دوچار ہوئی کہ انگریزی حکومت کی ہزار سرپرستی کے باوجود خود اپنے بل بوتے اس میں زندہ رہنے کی قوت نہ رہی۔ حضرت مفتی کفایت اللہ شاہجہاں پوری ثم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''البرہان'' نامی مستقل ایک رسالہ ۱۹۰۳ء میں مدرسہ عین العلم شاہجہاں پور سے جاری کیا اور اپنے شاگردوں کی ایک کھیپ اس میدان میں کام کرنے کے لئے تیار کردی۔ حضرت مولانا عبدالسمیع انصاری دیوبندی، حضرت مولانا اعزاز علی ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا محمد مسلم دیوبندی، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری، فاضل دارالعلوم حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری، حضرت مولانا عبدالغنیؒ شاہجہاں پوری، حضرت مولانا مفتی مہدی حسن شاہجہاں پوری وغیرہم کی تحریری اور عوامی خدمات آج بھی پوری دنیا کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

قادیانیت کے خلاف تحفظ ختم نبوت کی تاریخ میں ایسا پہلی بار دکھائی دیتا ہے کہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند نے اس تحریک کو علمی استدلال کے ساتھ مستقل طور پر اہل علم سے بھی جوڑا جس کے نتیجے میں اہلِ علم کا ایک قد آور طبقہ مستقل بالذات تحریر و تقریر کے میدان میں تحریک سے وابستہ دکھائی دیتا ہے، نیز پورے طور پر عوامی جذبات کی وابستگی بھی تحریک سے دکھائی دینے لگتی ہے۔ تحریک تحفظ ختم نبوت سے اہلِ علم کے وابستہ ہونے کی یا عوامی جذبات کے تحریک کے ساتھ وابستہ ہونے کی یہ نوعیت ہمیں پہلے دور سے بدیہی طور پر مختلف دکھائی دیتی ہے؛ بلکہ دوسرے دور میں پہلے دور کی بہ نسبت کام میں استحکام و جامعیت بھی دکھائی دیتا ہے۔

اہلِ علم کا یہی وہ مقدس گروہ ہے جو آزادیِ ہند و تقسیم ہند کے بعد تحریک تحفظ ختم نبوت کے تیسرے دور میں بھی زبان و قلم کے ساتھ سیاسی اور سماجی میدان میں ہمہ جہت سرگرم عمل دکھائی دیتا ہے۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری، رئیس الاحرار

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا محمد علی جالندھری، فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کا نام فخر سے لیا جاسکتا ہے۔ تقسیم ہند سے پہلے یا تقسیمِ ہند کے بعد حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری وحضرت علامہ کشمیریؒ کے تلامذہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی علمی و استدلالی محنتوں کا ہی ثمرہ ہے کہ قادیانی فتنہ کو مکہ مکرمہ میں بین الاقوامی سطح پر بھی اور قادیانیت کے مرکز ثانی پاکستان میں پارلیمانی و سیاسی سطح پر بھی شکست و ریخت سے دوچار ہونا پڑا اور یہ مانا جاتا ہے کہ بجا طور پر اُن اکابر نے اپنے دور کے تقاضوں کے لحاظ سے تحریک تحفظ ختم نبوت کا حق ادا کردیا کہ قادیانی ناسور کو جسد ملی سے کاٹ کر دور پھینک دیا گیا۔

اس کے بعد تحفظ ختم نبوت کی تاریخ کا وہ دور شروع ہوتا ہے جس میں اس تحریک کو تنظیمی خطوط پر استوار کرکے دینی اور ملّی تقاضوں کی تکمیل کی طرف توجہ دی جانے لگی، کثرت سے مستقل طور پر ''تحفظ ختم نبوت'' کے نام سے مجالس اور تنظیموں کا قیام عمل میں آیا پھر جغرافیائی تقسیم کے سبب دارالعلوم اور مسلک دارالعلوم دیوبند سے وابستہ بعض تنظیموں نے بین الاقوامی سطح پر اس خدمت کا بیڑا اٹھایا تو بعض نے اپنی خدمات کو ملکی حدود میں محدود رکھا بعضوں نے اپنی بساط کے مطابق صرف علاقائی سطح پر اپنی خدمات کو جاری رکھا۔ الحمدللہ! ہندوستان میں اس عظیم خدمت کا واحد مرکز دارالعلوم دیوبند اپنے سابقہ روایات کی طرح آج بھی پورے طور پر سرگرم عمل ہے؛ چنانچہ امیر الہند مولانا سید اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ کی فکر و نظر اور مجلس شوریٰ کے اراکین کی توجہ سے کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند کی زیر نگرانی پورے ملک میں سماج میں بیداری کے لئے اجلاسہائے عام اور میٹنگوں کی شکل میں جو خدمات جاری و ساری ہیں وہ محتاج تعارف نہیں، علاوہ ازیں لٹریچرز اور کتابوں کے میدان میں بھی کل مجلس اور ہندستان کے مختلف صوبوں میں قائم اس سے ملحقہ مجالس کی مطبوعات سینکڑوں سے متجاوز ہیں جو اردو زبان کے ساتھ ہندی، انگلش اور علاقائی زبانوں میں تقاضوں کی تکمیل کرتی ہیں۔

اس سے بھی آگے بڑھ کر دارالعلوم دیوبند کا یہ کارنامہ ہے کہ اس نے تعلیمی میدانوں میں افراد سازی کے لئے مستقل طور پر اس کا نصاب بنایا اور باضابطہ سہ ماہی اور سالانہ کورس میں داخلے لے کر پورے ملک میں اس موضوع پر خدمات انجام دینے کے لئے افراد تیار کئے جو جگہ جگہ قادیانی فتنہ کے سدباب کے لئے اپنے آپ کو وقف کرتے رہے۔ دارالعلوم دیوبند نے علمی سطح پر افراد سازی کے لئے تربیتی کیمپوں کا ایک مفید سلسلہ پورے ملک میں متعارف کرایا جس سے علاقائی علماء اور دینی مدارس کے فضلاء کے علاوہ بلا تفریق مسلک و مشرب عصری تعلیم گاہوں سے وابستہ تمام مکاتب فکر کے مسلمان بھی خوب خوب مستفید ہوتے ہیں، اندرون دارالعلوم ہر سال ماہ شعبان میں پانچ روزہ تربیتی کیمپ لگایا جاتا ہے جس میں ہر سال شرکاء کی تعداد چار سو سے متجاوز ہوتی ہے۔

کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند کی زیر نگرانی، دہلی، حیدرآباد، نظام آباد تلنگانہ، لور آسام، اپرآسام، راجستھان، پنجاب، ہریانہ، بہار، جھارکھنڈ، اڑیسہ، بنگال، چنئی وغیرہ صوبوں میں علاقائی طور پر خدمات انجام دینے کے لئے جو مجالس قائم ہیں اور ان کے تحت افراد سازی کے لئے خدمات کا جو سلسلہ جاری ہے بحمد اللہ! اس کا بھی ایک طویل باب ہے۔ سینکڑوں صفحات میں ان کی سالانہ رپوٹیں منظر عام پر آ کر نہ صرف یہ کہ منتسبین دارالعلوم دیوبند میں عوام وخواص سے بلکہ جن حلقوں میں دارالعلوم دیوبند کی شدت سے مخالفت کی جاتی ہے اُن میں بھی دادِ تحسین حاصل کرتی رہی ہیں۔

تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے بہت سے لوگ دھوکہ میں مبتلا رہتے ہیں کہ یہ عنوان خاص ہے رد قادیانیت کے لئے یا اس عنوان کے تحت صرف اور صرف رد قادیانیت ہی کی خدمات انجام دی جانی چاہئے۔ اگر کسی کے ذہن میں ایسا ہے تو یہ سو فیصد غلط فہمی پر مبنی ہے۔ تحفظ ختم نبوت کا واضح مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی فتنہ جو نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے عقائد واعمال پر حملہ آور ہوتا ہو جیسے کہ شکیلیت ہو یا عیسائیت ہو یا اور نئے نئے فرقے ہوں جو مہدویت یا مسیحیت کے عنوان سے عوام میں آتے ہیں تو اُن سب کے دست و برد سے ختم نبوت کا تحفظ مقصود ہے۔ لہٰذا شکیلیت کے خلاف اگر کوئی خدمت انجام دینی ہے تو وہ بھی اسی عنوان کے تحت انجام دی جائے گی، کیوں کہ کوئی بھی فتنہ پہلے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر حملہ آور ہوتا ہے اس کے بعد ہی وہ اپنا نام الگ تجویز کرتا ہے۔ حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد پالن پوری مدظلہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند ہمیشہ یہی فرماتے ہیں کہ اس عنوان کے تحت تمام ہی باطل فرقوں اور فتنوں کا تعاقب جاری رکھنے کے لئے اکابر نے اس عنوان کا انتخاب کیا ہے، خدا معلوم کیسے کچھ لوگوں نے اس کو ردِّ قادیانیت کے لئے خاص کردیا ہے۔ ☆☆

خبروں پر ایک نظر

عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس پشاور میں شرکت

لکی مروت (مولانا محمد ابراہیم ادھمی)

۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء کی شام پوری قوم کی نظریں پارلیمنٹ پر لگی ہوئی تھی، عاشقانِ ختم نبوت کی نگاہیں بار بار آسمان کی طرف اٹھ جاتی تھیں اور اللہ تعالیٰ سے اشک بار آنکھوں سے دعا کررہے تھے کہ یا اللہ! مسلمانوں کی لاج رکھنا، شہدائے ختم نبوت کے مقدس خون کا واسطہ، اکابرین ملت کے ایثار وقربانی اور مسلمانوں کی ۹۰ سالہ اخلاص بھری جدوجہد کو ضائع نہ کرنا، مولائے کریم! تحریک ختم نبوت کو کامیاب وکامران فرمائیں۔ اسی اثنا میں ریڈیو پاکستان نے تاریخی خبر سنائی کہ قومی اسمبلی نے ایک متفقہ آئینی ترمیم کے ذریعہ قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دے دیا ہے، اس اعلان کے ساتھ وطن عزیز کی فضائیں نعرۂ تکبیر اللہ اکبر اور تاج وتخت ختم نبوت زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھیں۔

ملک کے دیگر اضلاع کی طرح ۷ر ستمبر کو ضلع لکی مروت میں یوم تشکر کے نام سے پروگرام اور ریلیاں منعقد ہوتی تھیں لیکن اس سال جمعیت علماء اسلام پاکستان کے امیر محترم قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت صوبہ خیبر پختونخوا کے امیر مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی صاحب سے مشاورت کے بعد صوبائی سطح پر ۷ر ستمبر کو پشاور میں یوم الفتح کے نام سے عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس کا اعلان کیا' قائد جمعیت کے اعلان پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیت علماء اسلام کے جانثار کارکنوں نے لبیک کہتے ہوئے کانفرنس کی کامیابی کے لئے دن رات ایک کرکے حلقہ جات اور یونین کونسلوں میں دورے اور پروگرامز شروع کئے، ۵ر ستمبر کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع لکی مروت کے زیر اہتمام یونین کونسل تترخیل میں ایک بڑی کانفرنس منعقد کی۔ کانفرنس سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع مردان کے امیر مولانا قاری اکرام الحق صاحب، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع لکی مروت کے ناظم اعلیٰ مولانا عبدالرحیم صاحب، ضلعی ناظم مولانا مفتی ضیاء اللہ صاحب، ناظم مالیات مولانا محمد ابراہیم ادھمی، ناظم تبلیغ مولانا محمد طیب طوفانی صاحب، جے یو آئی ضلع لکی مروت کے جنرل سیکرٹری مولانا سمیع اللہ مجاہد، مولانا خالد رضا، تحصیل عزنی خیل کے جنرل سیکرٹری مولانا حبیب الرحمٰن اور مولانا قاری محمد سجاد نے خطاب کیا اور ۷ر ستمبر یوم الفتح ختم نبوت کانفرنس پشاور میں شرکت کی دعوت دی۔

الحمدللہ! ۷ر ستمبر صبح ۸ بجے سینکڑوں گاڑیوں کا قافلہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع لکی مروت اور جمعیت علماء اسلام ضلع لکی مروت کے قائدین کی قیادت میں تاج وتخت ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف نعروں کی گونج میں پشاور کے لئے روانہ ہوگیا۔ پشاور کی تاریخ ساز یوم الفتح ختم نبوت کانفرنس میں شرکت اکابرین کے بیانات اور قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا تاریخ ساز خطاب سننے کے بعد واپسی شروع کی۔ واپسی پر امیری کلہ ضلع کرک میں ایک گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوگیا جس میں دو ساتھی زخمی ہوگئے ایک ساتھی کو معمولی چوٹ آئی تھی جبکہ دوسرا ساتھی مجیب الرحمٰن سر پر چوٹ آنے کی وجہ سے قومے میں چلا گیا چار دن ہسپتال زیر علاج رہا لیکن پانچویں دن زخموں کی تاب نہ لاکر شہدائے ختم نبوت میں اپنا نام درج کرواکر شہید ہوگیا۔ شہید ختم نبوت کی نماز جنازہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیت علماء اسلام کے کارکنوں کے علاوہ کثیر تعداد میں عاشقانِ ختم نبوت شریک ہوئے تھے، نماز جنازہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ضلعی ناظم حضرت مولانا مفتی ضیاء اللہ نے پڑھائی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت صوبہ خیبر پختونخوا کی طرف سے ایک وفد نے جوکہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع نوشہرہ کے امیر حضرت مولانا قاری محمد اسلم صاحب، صوبائی مبلغ حضرت مولانا عابد کمال صاحب اور جمعیت علماء اسلام ضلع نوشہرہ کے ڈپٹی جنرل سیکرٹری حضرت مولانا قاری ریاض اللہ صاحب پر مشتمل تھا، شہید مجیب الرحمٰن کے گھر جاکر تعزیت اور ایصال ثواب کے لئے دعائے مغفرت کی گئی، شہید مجیب الرحمٰن کے ماموں حاجی علی زاد خان اور مولانا محمد امجد طوفانی نے معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کیا، اللہ تعالیٰ مجیب الرحمٰن کی شہادت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اپنے پیارے نبی کی شفاعت عطا فرمائے۔

جنڈانوالہ تحفظ ختم نبوت کنونشن

۷ر ستمبر کو بعد نماز عشاء جامع مسجد سنہری میں مولانا مفتی شفیق عامر نے علمائے کرام سے ۷ر ستمبر کے حوالہ سے خطاب کیا۔

قادیانی مربیوں کے دجل کا

تحقیقی جواب

مولانا عبدالحکیم نعمانی

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی تھا کہ اس نے نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی اتنی کامل اتباع اور اطاعت کی ہے کہ اسے نبوت دے دی گئی، لیکن دوسری طرف سیرۃ النبی سے اس کی جہالت کا یہ عالم ہے کہ اس نے کہا: ''ہمارے پیغمبر اسلام کے ہاں ۱۲ لڑکیاں ہوئیں، آپ نے کبھی نہیں کہا کہ لڑکا کیوں نہ ہوا۔'' (ملفوظات ج ۳، ص ۳۷۲)

مرزا کی یہ جہالت آج بھی ملفوظات میں موجود ہے۔ کچھ مربی کہتے ہیں کہ مرزا کا یہ بیان جس نے نوٹ کیا یہ اس کی غلطی ہے کیونکہ اس وقت بچوں کا شور بہت تھا اس لئے اس نے ٹھیک سے سنا نہیں اور ۱۲ لڑکیاں لکھ دیا۔ یہ عذر ہرگز قابل قبول نہیں، کیونکہ مرزا کا یہ بیان قادیانی اخبار ''الحکم مورخہ ۱۷ جولائی ۱۹۰۳ء'' میں شائع ہوا جس میں صاف طور پر ''۱۲ لڑکیاں'' لکھا ہے۔

(اخبار الحکم، ۱۷ر جولائی ۱۹۰۳ء، ص ۱۶، کالم ۲)

اس کے بعد مرزا قادیانی تقریباً ۵ سال زندہ رہا لیکن اس نے کہیں نہیں کہا یا لکھا کہ یہ نقل کرنے والے نے غلطی سے لکھ دیا ہے۔ چلیں! اگر مرزا کے کسی مرید کا دھیان بھی اس غلطی کی طرف نہیں گیا تو مرزا کا وہ خدا ہی اسے اس غلطی پر تنبیہ کر دیتا جس کے بارے میں مرزا نے کہا کہ: ''وہ مجھے ایک لمحے کے لئے بھی غلطی پر نہیں رہنے دیتا۔'' (نور الحق حصہ ۲، ص (ح) خزائن ج ۸، ص ۲۷۲)

پھر مرزا کے بیٹے مرزا محمود نے یہ بھی لکھا تھا کہ: ''خدا اپنے نبی کو وفات تک غلطی میں نہیں رکھتا۔'' (آئینہ صداقت ص ۵۳، انوار العلوم ج ۶، ص ۱۲۴)

آج تک ملفوظات کے نئے ایڈیشن میں بھی ''بارہ لڑکیاں'' ہی لکھا ہے، اگر یہ نقل کرنے والے کی غلطی تھی تو اسے ٹھیک کیوں نہ کیا گیا؟ اسی طرح مرزا قادیانی نے آنحضرت ﷺ کے بیٹوں کی تعداد کے بارے میں اپنے جاہل ہونے کا ثبوت یہ لکھ کر دیا کہ: ''تاریخ دان لوگ جانتے ہیں کہ آپ کے گھر میں گیارہ (۱۱) لڑکے پیدا ہوئے اور سب کے سب فوت ہو گئے۔''

(چشمہ معرفت ص ۲۸۶، روحانی خزائن، ج: ۲۳، ص: ۲۹۹)

مرزا قادیانی کی یہ تحریر پڑھی جائے تو عام قاری یہی سمجھتا ہے کہ مرزا قادیانی نے جو بات لکھی ہے وہی صحیح اور تحقیقی بات ہے، جبکہ سیرت نبوی کا ایک عام طالب علم بھی جانتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے گیارہ (۱۱) بیٹے ہونے کی بات ہرگز صحیح نہیں اور نہ ہی کسی نے یہ لکھا ہے، خود مرزا کے بیٹے اور سیرت المہدی کے مصنف مرزا بشیر احمد نے حضرت خدیجہؓ سے آپ کے بیٹوں کی تعداد تین یا چار لکھی ہے۔

(سیرۃ خاتم النبیین، ص: ۱۰۷)

اگر اس میں حضرت ماریہ قبطیہؓ سے پیدا ہونے والے بیٹے حضرت ابراہیمؓ کو بھی شامل کیا جائے تو زیادہ سے زیادہ تعداد چار یا پانچ بنتی ہے، لیکن مرزائی مربی بجائے اس کے کہ مرزا کی اس بات کو اس کی غلطی تسلیم کرتے، الٹا اسے صحیح ثابت کرنے کے لئے ایک دور کی کوڑی لائے ہیں۔ وہ کوڑی یہ ہے کہ سیرت حلبیہ (جس کا اصل نام ''انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون'' ہے) کی عبارت سے دھوکہ دے کر گیارہ (۱۱) لڑکے ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ آیئے! اس کا جائزہ لیتے ہیں کہ ''سیرت حلبیہ'' میں کیا لکھا ہے؟ اس کے لئے ہم نے عربی کی اصل کتاب کی طرف رجوع کیا ہے۔ ہمارے سامنے ''سیرۃ حلبیۃ'' طبع مصر ہے جو ۱۲۹۲ ہجری میں طبع ہوئی، اس کی جلد تین کے صفحہ نمبر ۴۱۳ سے آنحضرت ﷺ کی اولاد کا بیان شروع ہوتا ہے۔ ہم اس کے اس حصے کا اردو ترجمہ کرتے ہیں جس میں آپ ﷺ کے بیٹوں کا ذکر ہے، ہم بریکٹ میں وضاحت بھی کرتے جائیں گے تا کہ مرزائی دھوکے کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن سے ہونے والے بیٹے کے بارہ میں لکھا ہے: ''بعثت سے پہلے آنحضرت ﷺ کے حضرت خدیجہؓ سے ایک بیٹے قاسم پیدا ہوئے۔ یہ آپ ﷺ کی سب سے پہلی اولاد ہیں اور انہی

کی نسبت سے آپ ﷺ کی کنیت ''ابو القاسم'' ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ (قاسم) دو سال زندہ رہے، بعض کہتے ہیں کہ ڈیڑھ سال، بعض کہتے ہیں کہ چلنے کی عمر تک اور بعض کہتے ہیں کہ آپ سواری پر سوار ہونے کی عمر تک زندہ رہے، اور بعض کہتے ہیں کہ صرف سات دن زندہ رہے، (بہرحال) یہ بعثت سے پہلے فوت ہونے والے آپ ﷺ کی سب سے پہلی اولاد تھے اور بعثت کے بعد آپ ﷺ کے ایک بیٹے عبداللہ پیدا ہوئے جنہیں ''طیب و طاہر'' بھی کہا جاتا ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ طیب و طاہر ان عبداللہ کے علاوہ ہیں، یہ دونوں بعثت سے پہلے ایک ہی پیٹ سے (یعنی جڑواں) پیدا ہوئے تھے، اور بعض نے یہ کہا ہے کہ بعثت سے پہلے جو ایک ہی پیٹ سے پیدا ہوئے تھے وہ (طیب و طاہر نہیں) بلکہ طاہر و مطہر تھے، (یعنی یہ چار نہیں ہوئے بلکہ یہ لکھا ہے کہ ان دونوں کا نام طیب و طاہر تھا یا طاہر و مطہر تھا، مرزائی مربی ان کو چار بنا کر پیش کرتے ہیں)، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعثت سے پہلے آپ کے دو بیٹے طیب و مطیب بھی ہوئے تھے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعثت سے پہلے آپ کے ایک بیٹے عبد مناف ہوئے تھے۔ یہ تمام بعثت سے پہلے دودھ پینے کی عمر میں فوت ہو گئے تھے، اور بعثت کے بعد آپ کے جو بیٹے عبداللہ پیدا ہوئے تھے (جن کا ذکر پہلے گزرا) وہ حضرت خدیجہؓ سے آپ کی آخری اولاد تھے۔

(سیرۃ حلبیہ، ج ۳، ص: ۴۱۳۔۴۱۴)

خلاصہ: حضرت خدیجہؓ سے ہونے والے بیٹوں کا خلاصہ سیرت حلبیہ کے مطابق یوں ہوا:

۱...... قاسم۔ ۲...... عبداللہ (انہیں طیب و طاہر بھی کہا جاتا ہے)۔ ۳، ۴...... طیب اور طاہر (بعض کے نزدیک یہ الگ ہیں اور جڑواں پیدا ہوئے، بعض نے کہا ہے کہ جو جڑواں پیدا ہوئے وہ طیب و طاہر نہیں تھے بلکہ ان کا نام طاہر و مطہر تھا، یہ نہیں لکھا کہ طیب و طاہر بھی پیدا ہوئے اور طاہر و مطہر بھی پیدا ہوئے۔ مرزائی مربیوں نے ان کو چار شمار کیا ہے جبکہ یہاں لکھا ہے یہ یا ''طاہر و مطہر تھے یا طیب و طاہر'')۔ ۵، ۶...... طیب اور مطیب (بعض کا قول ہے، جو کہ ثابت نہیں)۔ ۷...... عبد مناف (بعض کا قول ہے، جو ثابت نہیں)۔

اس طرح اگر بالفرض ان تمام اقوال کو ثابت اور صحیح بھی مان لیا جائے تو حضرت خدیجہؓ سے ہونے والے بیٹے ان تمام غیر ثابت شدہ اقوال کے مطابق بھی صرف سات بنتے ہیں نہ کہ نو۔ اب آیئے! آگے چلتے ہیں۔

حضرت ماریہ قبطیہؓ سے ہونے والے بیٹے

ہجرت کے آٹھویں سال حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے آپ ﷺ کے بیٹے ابراہیم پیدا ہوئے۔ (سیرت حلبیہ، ج ۳، ص ۴۱۵)

اس کے بعد سیرت حلبیہ میں آپ ﷺ کی اولاد کے باب میں اور کسی اولاد کا ذکر نہیں، بلکہ اس کے بعد آپ کی ازواج مطہرات کا باب شروع ہوتا ہے اور اس میں حضرت عائشہؓ کا ذکر آتا ہے تو اس میں ہمیں یہ بات ملتی ہے کہ: ''آپ ﷺ نے پھر (حضرت خدیجہؓ اور حضرت سودہؓ کے بعد) حضرت عائشہؓ کے ساتھ نکاح فرمایا۔ حضرت عائشہؓ کو ''ام عبداللہ'' کہا جاتا ہے، اس کی وجہ (یہ نہیں کہ آپ کا کوئی بیٹا عبداللہ تھا) بلکہ آپ کی بہن اسماء بنت ابی بکر کے بیٹے کا نام عبداللہ تھا (یعنی عبداللہ بن زبیرؓ)، ان عبداللہ کی وجہ سے حضرت عائشہؓ کو ''ام عبداللہ'' کہا جاتا ہے اور یہ آپ ﷺ کی اجازت سے کہا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا تھا کہ ''وہ عبداللہ ہیں (عبداللہ بن زبیر) اور تم ام عبداللہ ہو'' اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو حضرت عائشہؓ نے پالا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عائشہؓ کو آنحضرت ﷺ سے حمل ہوا تھا جو پیدا ہونے سے پہلے ہی ساقط ہو گیا تھا اور اس بچے کا نام عبداللہ رکھا گیا تھا، لیکن حافظ دمیاطی نے کہا ہے کہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں، جیسا کہ پہلے گزرا'' (سیرت حلبیہ ج ۳، ص ۴۲۰)

لہٰذا حضرت عائشہؓ کے کسی ''عبداللہ'' نامی بیٹے والی بات خود مصنف سیرت حلبیہ نے حافظ دمیاطی کے حوالے سے غلط لکھ دی۔ مرزائی کوڑی کسی کام کی نہیں، جیسا کہ ہم نے شروع میں عرض کیا، صحیح اور تحقیقی بات جس پر تمام سیرت نگاروں کا اتفاق ہے اور مرزا کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے بھی یہی لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بیٹوں کی کل تعداد چار یا پانچ سے زیادہ ثابت نہیں، لیکن اگر ہم سیرت حلبیہ میں مذکور مختلف اقوال کا ترجمہ بھی کر لیں تو کل تعداد آٹھ سے زیادہ نہیں جاتی۔ سات بیٹے حضرت خدیجہؓ کے بطن سے اور ایک حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بیٹے ابراہیم۔ حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب ''عبداللہ'' کو بھی شامل کر لیں (اگرچہ خود اسی جگہ لکھا ہے کہ یہ ثابت نہیں) تو بھی کل تعداد ۹ بنتی ہے نہ کہ گیارہ (۱۱)۔ پھر نہ جانے کیوں مرزائی مربی دھوکہ دے کر مرزا قادیانی کی اس جہالت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں؟!

☆☆...........☆☆

لاہور کا چار روزہ تبلیغی دورہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کی دعوت پر چار روزہ تبلیغی دورہ کے لئے لاہور دفتر میں حاضری ہوئی۔ تبلیغی دورہ کا آغاز جوہر ٹاؤن سے کیا۔

جامع مسجد ربیع القرآن جوہر ٹاؤن کا سنگ بنیاد قاری مولانا عبدالغفار چترالیؒ نے ۲۰۰۵ء میں رکھا۔ آج کل اس کا انتظام مولانا عبیدالرحمٰن فیض نے سنبھالا ہوا ہے۔ ۲۳/اگست بعد نماز مغرب جلسہ منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن قاری عبیدالرحمٰن فیض نے کی۔ نعت ابوذر عثمانی نے پیش کی۔ راقم نے حصرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت، گستاخ رسول کی سزا اور عقیدۂ ختم نبوت تین عنوانات پر پندرہ پندرہ منٹ بیان کیا۔ جلسہ میں ایک سو سے زائد افراد نے شرکت کی، جلسہ مغرب سے عشاء تک جاری رہا۔

جامع مسجد مدینہ ٹاؤن شپ میں عشاء کی نماز کے بعد پروگرام منعقد ہوا، جس کی صدارت حاجی محمد علی نے کی، جبکہ پروگرام کا انتظام حاجی احمد علی، محمد آصف، محمد ہلال، مولانا حبیب الرحمٰن، مولانا کاشف بلال نے کیا۔ راقم کا عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت پر پون گھنٹہ بیان ہوا۔ حاجی احمد علی اور ان کا خاندان خانقاہ سراجیہ کندیاں سے متعلق ہے۔ خواجہ خواجگان حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد نوراللہ مرقدہ یہاں تشریف لاتے رہے۔

جامعہ حفصہ نورالقرآن باغبانپورہ ہاؤسنگ اسکیم: میں بنات کے مدرسہ میں معلمات و معلمین کو عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ان کی ذمہ داری کے عنوان پر ۲۴/اگست کو صبح ۱۱ سے ۱۲ بجے تک بیان ہوا۔ جامعہ میں دورۂ حدیث

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے

دعوتی و تبلیغی اسفار

شریف تک بچیوں کو دینی تعلیم دی جاتی ہے۔ جامعہ کے بانی مولانا حاجت نور استوری ہیں جو کرایہ کی عمارت میں دینی ادارہ چلارہے ہیں۔ ان پروگراموں میں مولانا عبدالنعیم سلمہ کی رفاقت حاصل رہی۔

جامع مسجد بسم اللہ اسماعیل پارک میں جلسہ: بعد نماز عشاء جلسہ منعقد ہوا، جس کی صدارت مجلس لاہور کے نائب امیر پیر رضوان نفیس نے کی۔ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض مولانا سعید احمد گجر نے سرانجام دیئے۔ شہدأ کربلا کے فضائل و مناقب کے عنوان پر جلسہ منعقد ہوا۔ تلاوت و نعت کے بعد محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا عزیزالرحمٰن ثانی، ختم نبوت رابطہ کمیٹی لاہور کے ممبر مولانا عبدالشکور حقانی نے خطاب کیا۔ جلسہ تقریباً گھنٹہ بھر سے زائد جاری رہا۔ مقررین نے صحابہ کرام، اہلبیت عظام کی عظمت اور ان کی فضیلت کے مراتب کے عنوان پر خطاب کیا۔ مولانا خالد محمود مدظلہ شادی پورہ مجلس کے روح رواں ہیں۔ کئی ایک اداروں کا نظم سنبھالے ہوئے ہیں۔ وقتاً فوقتاً تبلیغی پروگرام منعقد کرتے رہتے ہیں۔ مولانا سعید احمد گجر ان کے معاون اور ان کے مدرسہ شادی پورہ کے استاذ ہیں۔

مدرسۃ الحسن ہربنس پورہ میں تبلیغی پروگرام: مدرسہ الحسن کے بانی مولانا قاری اسلام الدین ہیں جو میواتی قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ بہت ہی باہمت نوجوان عالم دین ہیں۔ انہوں نے لاہور کی معروف تفریح گاہ ''جلو پارک'' کے شمال میں حفظ و ناظرہ کا معیاری ادارہ قائم کیا ہوا ہے، جس میں درجنوں بچے اور بچیاں زیر تعلیم ہیں۔ انہوں نے ۲۵/اگست کو مغرب کے بعد جلسہ کا اہتمام کیا۔ پروگرام میں خاص طور پر ہمارے کوئٹہ مجلس کے سابق ناظم اعلیٰ حاجی تاج محمد نے اپنے فرزند سمیت شرکت کی۔ اسی روز محلّہ میں ایک مرگ بھی ہوگئی، تو راقم نے فلسفہ موت اور ختم نبوت پر تقریباً پون گھنٹہ بیان کیا۔ اس اسکیم میں ختم نبوت کا یہ پہلا پروگرام تھا۔

مولانا مفتی محمد حسن مدظلہ کی خدمت میں: موصوف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے امیر اور لاہور کے کئی ایک مدارس کے استاذ ہیں۔ ۲۶/اگست کو صبح نو بجے ان کی خدمت میں حاضری ہوئی اور انہیں مجلس کی سرگرمیوں سے آگاہ کیا اور ان سے دعائیں لیں اور اگلے پروگرام پر روانگی ہوئی۔

جامعہ احسان القرآن والعلوم النبویہ میں حاضری: جامعہ کے بانی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے خلیفہ حضرت اقدس حافظ حاجی صغیر احمدؒ تھے۔ چند ماہ پہلے ان کا انتقال ہوا۔ راقم تعزیت کے لئے حاضر نہ ہوسکا تھا۔ چنانچہ

۲۶/اگست صبح دس بجے مدرسہ میں حاضری ہوا۔ مدرسہ کا نظم حضرت حاجی صاحب نوراللہ مرقدہ کے فرزندار جمند حضرت مولانا انیس احمد مظاہری مدظلہ چلا رہے ہیں۔ جہاں دورہ حدیث شریف سمیت تمام اسباق ہوتے ہیں، حاجی صاحب رحمۃ اللہ کے ایک اور فرزندگرامی مولانا خلیل احمد جو مدینہ اسٹیشنری کے نام سے پرانی انارکلی میں اسٹیشنری کی دکان چلارہے ہیں۔ ان سے بیس پچیس سال کی شناسائی ہے۔ ان سے بھی ملاقات ہوئی۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی تعزیت کی۔

مدرسہ علوم الاسلامیہ سلطان پورہ: مولانا قاری محمد سلیم مدظلہ بنات کا مدرسہ چلارہے ہیں۔ جس میں عالمیہ (دورۂ حدیث شریف) سمیت تمام اسباق ہوتے ہیں۔ موصوف ہر سال اپنے ادارہ میں ختم نبوت کورس منعقد کراتے ہیں تاکہ بچیوں کو عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت وضرورت سے آگاہ کیا جاسکے۔ امسال بھی انہوں نے اپنے ادارہ میں کورس رکھا۔ جس میں درجنوں سے متجاوز خواتین و بنات نے شرکت کی۔ قرب وجوار سے ایک درجن سے زائد علماء کرام نے بھی شرکت کی۔ پچھلے دنوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے ناظم امیر مولانا سیّد ضیاءالحسنؒ کا انتقال ہوا۔ ان کے فرزندارجمند مولانا سیّد محمد عبداللہ سلمہ کی دستار بندی بھی کی گئی۔ یہاں مولانا عزیزالرحمٰن ثانی اور راقم کے بیانات ہوئے۔

مولانا عبدالرزاق مجاہد کی دعوت پر: مولانا عبدالرزاق مجاہد سلمہ اوکاڑہ اور قصور اضلاع کے مبلغ ہیں، متحرک اور فعال عالم دین ہیں۔ موصوف کی دعوت پر دو روز کے لئے حاضری ہوئی۔

ختم نبوت کانفرنس: مدرسہ اشاعۃ القرآن ملانوالہ بائی پاس میں ۲۷/اگست کو مغرب سے عشاء تک ختم نبوت کانفرنس ہوئی۔ کانفرنس کی صدارت قاری محمد سلیمان نے کی، جبکہ مہمانانِ خصوصی مولانا مسعود الحسن رشیدی، قاری نور محمد شاکر، مولانا وحیدالحسن، پیر مسعودالحسن قادری تھے۔ مولانا عبدالرزاق مجاہد اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے خطاب کیا۔ کانفرنس عشاء تک جاری رہی اور عشاء کی نماز تھوڑی تاخیر سے ادا کی گئی۔ رات کا قیام و آرام مولانا وحیدالحسن سلمہ کے ہاں طوطل میں رہا۔ ۲۸/اگست صبح کی نماز کے بعد راقم کا عقیدۂ ختم نبوت پر تفصیلی درس ہوا۔

جمعۃ المبارک کا خطبہ: جمعۃ المبارک کا خطبہ جامعہ محمودیہ رینالہ خورد کی عظیم مسجد میں ہوا۔ جامعہ میں ایک عرصہ مولانا قاری اقبال اختر تقوی بخاریؒ خطیب رہے۔ موصوف جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ، مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدیؒ کی نگرانی میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ۱۷/جون ۲۰۰۹ء میں ان کا انتقال ہوا تو ان کی وفات کے بعد قاری محمد رمضان کی نگرانی اور سرپرستی میں مولانا سیّد اکرام اللہ بخاری زید مجدہ اہتمام و انصرام سنبھالے ہوئے ہیں۔ جامعہ میں ۱۱۲ اساتذہ کرام اور ۶ معلمات تدریس کے فرائض سرانجام دے رہی ہیں، سینکڑوں بچے اور بچیاں زیر تعلیم ہیں۔ حضرت مولانا قاری محمد اقبال اخترؒ کی زندگی میں بھی ہر سال ایک جمعہ میں حاضری ہوتی رہی ہے۔ ان کے فرزندار جمند مولانا محمد اکرام اللہ بخاری نے بھی روایات برقرار رکھی ہوئی ہیں۔ ۲۸/اگست جمعۃ المبارک کا خطبہ راقم نے جامعہ محمودیہ میں دیا، جس میں سینکڑوں حضرات نے شرکت کی۔ راقم کے بیان کے بعد اوکاڑہ کے جانباز مجاہد اور جماعتی ساتھی حاجی خالد محمود نے ختم نبوت کا ترانہ پیش کیا۔

ختم نبوت سیمینار جلالپور پیروالا: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام جامع مسجد کچہری والی میں ۲/ستمبر عصر کی نماز کے بعد ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کے تاریخ ساز، عظیم الشان فیصلہ جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا کی یاد میں سیمینار منعقد ہوا، جس کی صدارت مقامی امیر مولانا عبدالشکور نے کی۔ مہمان خصوصی حاجی محمد اسحاق نعمانی نزالا سوٹس تھے۔ سیمینار میں دو درجن علماء کرام کے علاوہ کثیر تعداد میں مقامی احباب نے شرکت کی۔ سیمینار کا آغاز جامع مسجد کے موذن کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ سیمینار سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولپور کے مبلغ مولانا محمد اسحاق ساقی اور مرکزی راہنما مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے خطاب کیا۔ مبلغین نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے پس منظر، قائدین اور مطالبات پر روشنی ڈالی۔ مقررین نے کہا کہ ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو ہونے والی آئینی ترمیم جس کو آئین پاکستان میں دوسری ترمیم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جو پوری کی پوری قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر منظور کی۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم اور دیگر اراکین اسمبلی کو خراج تحسین پیش کیا۔

حاصل پور میں ختم نبوت سیمینار: ۳/ستمبر کو مرکزی جامع مسجد میں ختم نبوت سیمینار منعقد ہوا جس کی صدارت جامعہ احیاء العلوم کے صدرالمدرسین مولانا فیض اللہ نے کی۔ سیمینار میں ایک سو کے قریب علماء کرام، قرأ، حفاظ،

جماعتی کارکنوں نے شرکت کی۔ سیمینار سے ضلعی مبلغ مولانا محمد اسحاق ساقی، مرکزی ناظم تبلیغ محمد اسماعیل شجاع آبادی نے خطاب کیا۔ ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء کی متفقہ آئینی ترمیم پر روشنی ڈالی۔ آئینی ترمیم میں مفکر اسلام مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا شاہ احمد نورانی، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔

بہاولنگر کا تین روزہ تبلیغی دورہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولنگر ضلع کے مبلغ مولانا محمد قاسم رحمانی حفظہ اللہ کی دعوت پر ۳ تا ۵ر ستمبر کو ضلع بہاولنگر کا تبلیغی و تنظیمی دورہ کیا۔ ۳ر ستمبر مغرب کی نماز جامعہ اشرف العلوم بخشن خان کی جامع مسجد میں ادا کی۔ مدرسہ اشرف العلوم کی بنیاد مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ کے شاگرد رشید مولانا محمد عالم قادریؒ نے ۱۹۵۸ء میں رکھی۔ سنگ بنیاد کی تقریب میں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ، جامع المعقول والمنقول مولانا الٰہی بخشؒ تشریف لائے، جبکہ جامع مسجد کی بنیاد ۱۹۵۰ء میں رکھی گئی۔ مولانا محمد عالم قادریؒ کے بعد مولانا رشید احمد رشیدی نوراللہ مرقدہ نے مدرسہ میں شعبہ کتب کو بنین و بنات میں جاری فرمایا۔ مدرسہ علاقہ کی مرکزی درسگاہ ہے۔ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۸۰ء تک جامعہ کو مولانا الٰہی بخشؒ کی سرپرستی حاصل رہی۔ ۱۹۶۲ سے ۱۹۹۷ء تک مدرسہ کا اہتمام وانصرام مولانا محمد عالم قادریؒ کے پاس رہا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزندار جمند مولانا رشید احمد رشیدیؒ نظم چلاتے رہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزندار جمند مولانا مسعود احمد رشیدی مدظلہ فاضل جامعہ امدادیہ فیصل آباد سنبھالے ہوئے ہیں۔ ناظم اعلیٰ قاری شبیر احمد ہیں۔ اللہ پاک ادارہ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائیں۔ ۳ر ستمبر رات کا آرام وقیام مدرسہ میں رہا، جبکہ ۴ر ستمبر کے جمعۃ المبارک کا خطبہ راقم نے مدرسہ اشرف العلوم کی جامع مسجد میں دیا، جس میں سینکڑوں سے زائد مسلمانوں نے شرکت کی۔

جامع مسجد چک سیٹھانوالہ میں جلسہ ختم نبوت: جامع مسجد چک سیٹھانوالہ بخشن خان میں ۳ر ستمبر عشاء کی نماز کے بعد جلسہ منعقد ہوا، جس کی صدارت مولانا قاری شبیر احمد مدظلہ نے کی۔ جلسہ سے ضلعی مبلغ مولانا محمد قاسم رحمانی اور راقم کے بیانات ہوئے۔ جامع مسجد سے ملحق مدرسہ فیضان قادریہ ۱۹۶۷ء سے قائم ہے، جس کی بنیاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ (جو ہماری پوری جماعت کے پیرومرشد تھے امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے ادنیٰ مبلغ و کارکن تک) کے خلیفہ مجاز مولانا محمد یحییٰ بہاولنگریؒ نے رکھی۔ حاصل پور کے بزرگ مولانا شاہ سوار بودلہؒ نے کچھ عرصہ یہاں قیام کیا۔ ۱۹۸۰ء میں ادارہ کا اہتمام مولانا غلام جیلانیؒ کے سپرد کیا گیا اور ادارہ کا ناظم مولانا محمد یوسفؒ کو مقرر کیا گیا۔ مولانا محمد یوسفؒ کے بعد ان کے فرزند گرامی مولانا عبدالرحمٰن قادری مدظلہ ادارہ کا نظم سنبھالے چلے آرہے ہیں، ان کی استدعا پر جلسہ منعقد ہوا۔

چشتیاں میں ختم نبوت سیمینار: چشتیاں کی بنیاد حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت باسعادت سے پہلے رکھی گئی۔ ساتویں صدی ہجری میں حضرت بابا تاج الدین سرور شہید نے اس کی نشاۃ ثانیہ کی۔ اس حوالہ سے بابا تاج الدین سرور رحمہ اللہ کو موسس چشتیاں کہا جاتا ہے۔ بابا تاج الدین سرور شہید کی شہادت کے بعد تقریباً چار صدیوں تک جمود کی کیفیت طاری رہی۔ حضرت نور محمد میارویؒ کی آمد سے اس شہر کی رونقیں بحال ہوئیں اور لوگ دور دراز سے آکر مسلمان ہونا شروع ہوئے۔ چشتیاں چشتی بزرگوں کی وجہ سے مشہور ہوا اور یہاں کا قبرستان چار سوا یکٹر پر مشتمل ہے، جس میں دور دراز کے مسلمان اس قبرستان میں تدفین کو ترجیح دینے لگے۔ اس وقت چشتیاں میں اہل حق کے کئی ایک مراکز موجود ہیں۔ ملک کے نامور خطیب مولانا قاری عبدالسلامؒ بھی اسی شہر سے تعلق رکھتے تھے۔ اسی طرح مولانا عزیز الرحمٰن بہادر انسان تھے۔ ختم نبوت سمیت تمام تحریکوں میں جرأت و بہادری کے ساتھ حصہ لیتے رہے۔ سرکاری کاغذات میں ''چھرا'' کے نام سے

مکی مسجد بہل: بہل کے قاری محمد اکرم مدظلہ اور ان کا سارا خاندان خورد و کلاں مجلس کے تاحیات ممبر ہیں۔ قاری صاحب کے بڑے بھائی شیخ محمد اسلم دو تین روز پہلے وفات پاگئے۔ موصوف صوم وصلوٰۃ کے پابند اور مجلس کے تاحیات ممبر تھے۔ مرحوم کی تعزیت کے لئے ان کے گاؤں بہل کی جامع مسجد میں گیارہ تا بارہ بجے تک تعزیتی پروگرام منعقد ہوا۔ جس میں تلاوت ونعت کے بعد راقم کا ''فلسفۂ موت'' کے عنوان پر تفصیلی بیان ہوا اور مرحوم کی مغفرت کے لئے دعا کی۔ اس پروگرام میں جامعہ حنفیۃ الاختر ٹرسٹ کے مدارس کے ناظم اعلیٰ مولانا شبیر احمد بھی شریک سفر ہوئے اور یہ تمام پروگرام ضلعی مبلغ مولانا محمد قاسم سیوطی سلمہ کی نگرانی میں ہوئے۔

معروف تھے۔ یہ نام ان کی جرأت و بے باکی وجہ سے رکھا گیا۔ مولانا عبدالقادر کشمیریؒ بھی یہاں خاصے متحرک رہے۔ مولانا عبدالعزیزؒ نے بھی یہاں ایک ادارہ قائم کیا۔ حضرت مولانا قاری محمد ابراہیمؒ مرکزی جامع مسجد کے خطیب رہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند گرامی مولانا قاری محمد ایوب مدظلہ فاضل جامعہ خیرالمدارس ملتان مرکزی جامع مسجد کے خطیب رہے۔ تین چار سال پہلے محکمۂ اوقاف کی ملازمت یعنی جامع مسجد کی خطابت سے ریٹائر ہوئے اور بھی کئی ایک علماء کرام یہاں گرجتے برستے رہے۔ قاری محمد ابراہیمؒ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں گرفتار ہوئے اور تین ماہ پابند سلاسل رہے۔ ۱۲/ مارچ ۱۹۶۷ء کو ان کا انتقال ہوا۔ چشتیاں میں ایک اہم ترین نام مولانا بشیر احمد شاد مدظلہ ہے۔ دربار روڈ پر جامعہ محمودیہ کے نام سے مدرسہ قائم کیا جو خوبصورت تعمیر کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔ موصوف فراغت کے بعد جمعیت علماء اسلام سے وابستہ ہوگئے۔ بارہ سال تک جمعیت علماء اسلام پنجاب کے امیر، ۲۰ سال تک جنرل سیکریٹری اور پندرہ سال سے سینئر نائب صدر چلے آرہے ہیں۔ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے معتمد ساتھیوں میں سے ہیں۔ انہیں حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کی ۳۲ سال تک خدمت کا شرف حاصل رہا۔ انہیں دینی تعلیم کی رغبت دلاتے اور تعلیم کی تکمیل میں خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا عظیم کردار ہے۔ اسی وجہ سے وہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے خورد وکلاں سے بہت محبت فرماتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے جامعہ محمودیہ جو مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ کی نسبت سے قائم کیا، میں ۳/ ستمبر عشاء کی نماز کے بعد سیمینار رکھا۔ جس میں شہر کے بیسیوں علماء کرام اور جماعتی رفقاء شریک ہوتے۔ سیمینار ان کی صدارت میں منعقد ہوا۔ تلاوت ونعت کی سعادت جامعہ کے استاذ مولانا حکیم اللہ اور ایک طالب علم نے حاصل کی۔ سیمینار کا عنوان ختم نبوت تھا، لیکن بہاولنگر کے معروف عالم دین مولانا محمد یوسف قریشیؒ جن کا چند روز قبل انتقال ہوا، کو ایصال ثواب کیا گیا۔ علاوہ ازیں مولانا شاد نے دو تین ماہ میں انتقال فرمانے والے علماء کرام، مشائخ عظام اور مولانا محمد یوسف قریشیؒ کو شاندار خراج تحسین پیش کیا۔ راقم نے ۶، ۷/ ستمبر کے حوالہ سے پون گھنٹہ گفتگو کی اور سامعین کو ۱۹۷۴ء کے تاریخ ساز فیصلہ جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا۔ اس کا پس منظر اور فیصلہ کے مندرجات سے آگاہ کیا۔ سیمینار رات گئے تک جاری رہا۔ رات کا آرام و قیام بہاولنگر کے دفتر میں کیا اور صبح کی نماز کے بعد راقم نے مہاجر کالونی کی عظیم اور شاندار جامع مسجد میں درس دیا۔

قاری محمد اسلم پھالیہ کے ساتھ عظیم سانحہ

قاری محمد اسلم ناظم مدرسہ فاروقیہ پھالیہ کے مکان کی چھت گرنے سے ان کی اہلیہ ایک بچی اور تین بچے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قاری محمد اسلم نے قاری مظہر محمود کے ساتھ مل کر پھالیہ میں مدرسہ فاروقیہ کے نام سے حفظ وناظرہ کی معیاری درسگاہ قائم کی۔ مدرسہ کرایہ کی عمارت میں قائم تھا۔ قاری محمد اسلم صاحب ثروت انسان ہیں دو اڑھائی کلو میٹر کے فاصلے پر ان کا خوبصورت آبائی مکان ہے، لیکن طلبا کرام کی دیکھ بھال کے لئے انہوں نے مدرسہ سے ملحقہ چھوٹا سا کمرہ بنایا۔ جس کی چھت گارڈر اور بھالوں سے بنی ہوئی ہے۔ ۱۹/ اگست کو بارش ہوتی رہی۔ قاری صاحب کا معمول یہ تھا کہ وہ اپنے دو بچوں کے ساتھ مدرسہ کے طلبا کے ساتھ آرام فرماتے۔ ۲۰/ اگست کی رات کو انہوں نے اپنے ان دو بچوں کو بلایا کہ باہر مدرسہ میں آجائیں۔ بچوں نے جواب میں کہا کہ آج رات سردی ہے، اس لئے ہم اپنی والدہ کے ساتھ سوئیں گے، تو بچے بھی اس چھوٹے سے کمرہ میں اپنی والدہ کے ساتھ سو گئے اور قاری صاحب باہر مدرسہ میں صبح کی اذان ہوئی تو قاری صاحب بچوں کو نماز کے لئے اٹھانے کے لئے گئے، دستک دی کوئی آواز نہ آئی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو روشنی پھیل چکی تھی۔ دروازے کے سوراخ سے جھانک کر دیکھا تو چھت گری ہوئی تھی۔ دیوار پھلانگ کر دروازہ کھولا گیا تو ان کے تین بچے، بچی اپنی والدہ سمیت مردہ حالت میں پائے گئے۔ جونہی یہ خبر پھیلی تو ہمسائے اور دیگر لوگ آئے اور انہوں نے گارڈر، بھالے اٹھائے، چھت پر ڈالے جانے والا پلاسٹک ان کے منہ کے سامنے تھا۔ جس سے غالباً ان کا سانس بند ہوگیا اور یوں سارا گھرانہ ہی اللہ کو پیارا ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

شہیدِ ختم نبوت

میرے والد ماجد نور اللہ مرقدہ

قاری فاروق احمد تونسوی

سولہ سال قبل ۹/اکتوبر ۲۰۰۴ء کا ڈھلتا سورج ہمارے لئے غم والم کا وہ ڈھلتا سورج تھا جو شام کو ڈوبتے ڈوبتے اپنے ساتھ ہمارے والد محترم کو بھی لے گیا۔ جیسے کسی نے خوب کہا:

نہیں فرق آب وگل میں مگر اپنی اپنی قسمت
کوئی پھول بن کے مہکا کوئی خار بن گیا ہے
نہ وہ رُت جوانیوں کی نہ وہ رنگ بزم یاراں
وہ بہار لٹ چکی ہے وہ چمن اجڑ گیا ہے

والد محترم حضرت مولانا نذیر احمد تونسوی شہیدؒ پر کئی دفعہ لکھنے کا ارادہ کیا۔ لیکن الفاظ نے ساتھ نہیں دیا۔ کیا لکھوں؟ والد محترم کے کس کس پہلو کا احاطہ کروں، کہاں سے ابتدا کروں اور کہاں پہ اختتام۔ کچھ نہیں سوچ پاتا، میں ہاتھ کاغذ کی جانب کرتا ہوں تو صدمے کے آنسو میری نظر کو دھندلا کر دیتے ہیں اور اس خوف سے کچھ لکھ نہیں پاتا کہ کہیں میرے الفاظ لغزش نہ کھا جائیں اور میرا انداز، احترام وعقیدت کا وہ پاس نہ کرپائے جس کے آپ حقدار ہیں، اللہ تعالیٰ میرے والد محترم کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔

قارئین کرام! ۹/اکتوبر کی شام اپنے گاؤں میں حسب معمول عشاء کی نماز سے فراغت کے بعد گھر کی دہلیز پر قدم رکھا تو پتہ چلا کہ مسجد کے دروازے پر کوئی گاڑی آ کر رکی ہے۔ گھر والوں نے پوچھا کہ اس وقت گاڑی میں کون آیا ہے؟ میں نے کہا کہ ابھی پتہ کرتا ہوں۔ مسجد ہمارے گھر سے چند قدم کے فاصلے پر ہے۔ وہاں پہنچ کر ایک بزرگ سے پوچھا کہ اس وقت گاڑی میں کون آیا؟ انہوں نے کہا کہ پتہ نہیں کوئی صاحب تھے انہوں نے آپ کے چچا مولانا شبیر احمد صاحب سے کوئی بات کہی اور پھر جلدی سے چلے گئے۔ میں نے پوچھا کہ کوئی بات ان کی آپ کو سمجھ آئی؟ اس بزرگ نے کہا: صرف اتنی آواز میرے کانوں میں پڑی کہ کوئی فائرنگ ہوئی ہے۔ اس وقت ہمارے گاؤں میں فون کی سہولت نہیں تھی اور نہ ہی موبائل اتنا عام تھا۔ بس جلدی سے ریڈیو آن کیا تو بی بی سی اردو کی خبروں میں یہ بتایا جارہا تھا کہ کراچی میں ایک فائرنگ کے نتیجے میں حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان اور حضرت مولانا نذیر احمد تونسوی شہید کردیئے گئے۔ بس ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ ساتھ بیٹھے لوگوں نے حوصلہ دیا۔ اس وقت بات سمجھ آئی کہ جب باپ کا سایہ سر سے اٹھ جائے تو چاروں طرف سے طوفانی حالات واقعات انسان کو مردہ جان کردیتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب جملہ کہا:

یتیمی ساتھ لاتی ہے زمانے بھر کے دکھ عابی
سنا ہے باپ زندہ ہو تو کانٹے بھی نہیں چبھتے

اللہ تعالیٰ میرے والد محترم کی شہادت کو قبول فرمائیں اور شہدائے ختم نبوت کی صفوں میں ہنستا مسکراتا رکھیں۔ آمین!

میرے دادا جی ایک غریب خاندان کے چشم وچراغ تھے۔ ایک دین دار اور سادہ شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے اپنی دوسری اولادوں کی طرح میرے والد محترم کو بھی علوم نبوت کے لئے وقف کیا۔ دینی ماحول مہیا کیا۔ مگر میرے والد محترم نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعے جلد ہی وہ مقام حاصل کیا جو دوسرے بھائی نہ کرسکے۔ والد محترم نے دارالعلوم فیصل آباد سے درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ دوران تعلیم مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ کے ہاں جمعہ کا معمول بنا رکھا تھا۔ حضرت کی بے حد محبت وشفقت اور ان کے مجاہدانہ ختم نبوت کے بیانات سن کر دل میں ناموس رسالت اور ختم نبوت کے کام کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ فراغت کے بعد حضرت کی ہدایت پر مجلس تحفظ ختم نبوت میں شمولیت اختیار کی۔ شروع میں تقریباً کوئی سولہ سال کوئٹہ میں مبلغ رہے۔ پورے بلوچستان میں ختم نبوت کا علم بلند کیا۔ کئی فتنوں سے ٹکرائے جن میں مرزائی، ذکری اور بہائی فتنے قابل ذکر ہیں۔ پھر مرکزی اکابرین ختم نبوت کی ہدایت پر کوئٹہ سے کراچی آگئے۔ کراچی میں بھی دن رات ان تھک محنت کی۔ چپے چپے پر ختم نبوت کا پرچار کیا،

جگہ جگہ پر بیانات، دروس، مناظرے اور جماعتی احباب کو ختم نبوت کے عقیدہ سے آگاہ کرنا۔ الغرض ہرطرح سے محنت کی کہ مرزائیوں کے مکروفریب سے کسی مسلمان کا ایمان خطرے میں نہ پڑ جائے۔

ایک مناظرہ جو قابل ذکر ہے کہ جن دنوں وہ کوئٹہ میں تھے۔ان دنوں ایک مرتبہ کراچی گئے اور فرمایا کہ کوئٹہ میں ہمارے کچھ دوست ہیں جن کے کچھ رشتے دار قادیانی ہیں۔ ہمارے دوست اپنے قادیانی رشتے داروں سے نہیں ملتے اوران رشتے داروں سے کہتے ہیں کہ تمہارا عقیدہ ٹھیک نہیں۔اس سلسلہ میں جانبین کی طرف سے یہ طے پایا کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے بڑوں کو بٹھا کر ایک مناظرہ کیا جائے۔ تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے۔قادیانیوں نے میگزین لائن کراچی میں واقع قادیانی عبادت گاہ سے محمود نامی قادیانی مربی کو بلایا ہوا تھا۔ تقریباً تین گھنٹے مناظرہ ہوا۔قادیانی مربی کسی ایک بات کا بھی جواب نہیں دے سکا۔آخر بہانہ کرکے وہاں سے بھاگ گیا۔کچھ عرصہ بعد والد محترم کراچی آگئے۔ اتفاق سے ایک دفعہ پھرکراچی ڈیفنس سوسائٹی کے ایک گھر میں مناظرہ طے پایا۔ حضرت مولانا اکرم طوفانی صاحب ختم نبوت کانفرنس برمنگھم میں شرکت کی غرض سے کراچی تشریف لائے ہوئے تھے۔ چنانچہ اس مناظرہ میں شرکت کے لئے حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی اور جناب رانا محمد انور صاحب کو ساتھ لیا اور چند قادیانی کتابیں اٹھائیں اورچل دیئے۔قادیانیوں کے گھرپہنچے تو صاحب خانہ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ فون کرکے محمود مربی کو بلاؤ۔ اس پر حضرت والد صاحب نے کہاوہ نہیں آئے گا۔ یہ سن کرصاحب خانہ نے کہا: واہ مولانا! آپ تو غیب کاعلم بھی جانتے ہیں۔اس پرمولانا نے کہا کہ یہ غیب کاعلم نہیں بلکہ مشاہدے کی بات کررہے ہیں۔کیونکہ یہ مربی اب دوبارہ ہمارے سامنے آنے کی ہمت نہیں کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ جب صاحب خانہ کے بیٹے نے قادیانی مربی سے کہا کہ ختم نبوت سے مولانا نذیر احمد تونسوی اور مولانا محمد اکرم طوفانی تشریف لائے ہیں۔آپ بھی آجائیں تو اس پر قادیانی مربی نے کہا میرے پاس کچھ مہمان ہیں۔ میں نہیں آسکتا۔الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے وہاں بھی کامیابی سے نوازا۔بس اسی پراپنی بات ختم کرتاہوں کہ:

''بس کرمیاں محمد بخشا،موڑقلم داگھوڑا''

☆☆.................☆☆

دریاخان بھکرختم نبوت دفتر کاافتتاح

دریاخان میں چوہدری عبدالستارمرحوم نے ۵ مرلے کا مکان اپنی ذاتی رہائش گاہ ۲۰۱۳ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے نام کروادی تھی۔ چوہدری صاحب مرحوم کی اولادنہیں تھی،۲۳/جون ۲۰۲۰ء چوہدری صاحب کا انتقال ہوا،مجلس تحفظ ختم نبوت کے دریاخان کے عہدیدار قاری محمد ساجد نے نماز جنازہ پڑھائی،مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی مدظلہ اور مولانا حافظ محمد انس تعزیت کے لئے تشریف لائے،بعد ازاں مکان کی مرمت کرواکر دفتر بنادیا گیا،۲۴/اگست بروز پیر بعد نماز عصر علماء کرام دریاخان ودیگر معززین علاقہ وجماعتی معاونین کی پُروقار افتتاحی تقریب بطور اجلاس منعقد کی گئی۔جس سے مولانا محمد قاسم نے خطاب کیا،بعدازاں راقم (محمد ساجد) نے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور ہماری ذمہ داری اور اجلاس کے ایجنڈے پر مختصر گفتگو کی۔اجلاس سے مولانا محمد صفی اللہ جنرل سیکرٹری جمعیت علمائے اسلام پنجاب نے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اورقادیانیت کی حکومتی پشت پناہی پر تفصیلی گفتگو کی،آخر میں قاری محمد ساجد نے تمام شرکاء اجلاس کاشکریہ ادا کیا،اس اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ دریاخان میں عشرہ ستمبرعشرۂ ختم نبوت کے طور پرمنایا جائے، فیصلے کے مطابق دریاخان بھر میں مختلف مساجد میں علمائے کرام کے بیانات رکھے گئے،الحمدللہ!احسن انداز سے یہ تمام پروگرام مکمل ہوئے،جس کی تفصیل یہ ہے:

یکم ستمبر بروز منگل: بعدنماز مغرب جامع مسجد امیرحمزہ محلّہ فاروق آباد،خطیب مولانا محمد قاسم، ۲/ستمبر بروز بدھ: بعدنمازعشاء مسجدعثمانیہ،خطیب مولانا مفتی شفاءاللہ،۳/ستمبر بروز جمعرات بعدنمازعشاء مسجدسیدناصدیق اکبر،خطیب مولانا رضوان،۴/ستمبر بروز جمعۃ المبارک بعدنمازعشاء جامع مسجدامیرحمزہ رحمان آباد،خطیب قاری ساجداقبال،۵/ستمبر بروز ہفتہ جامع مسجدنورنبوت بعدنمازعشاء،خطیب مولانا تنویر،۶/ستمبر بروز اتوار جامع مسجد حیدرکرار بعدنمازعشاء،خطیب مولانا راشد،۷/ستمبر بروز پیر بعدنماز عشاء جامع مسجدفردوس،نعت خواں مولانا اللہ ڈتہ ساقی،خطیب راقم (محمد ساجد)،۸/ستمبر منگل جامع مسجد گلشن محمدی بعدنمازعشاء، خطیب مولانا عظیم، ۹/ستمبر بروز بدھ جامع مسجد ختم نبوت، خطیب مولانا رمضان،۱۰/ستمبر بروز جمعرات بعدازنمازمغرب،خطیب مولانا غلام مرتضیٰ،اللہ تعالیٰ تمام علمائے کرام کی محنت کوقبول فرمائے اوران کوخوب جزائے خیرعطافرمائے۔ (مولاناساجداقبال)

تبصرۂ کتب

تحریکِ ختمِ نبوت (مکمل دس جلدیں)

نوٹ: تبصرہ کے لئے کتاب کے دو نسخوں کا موصول ہونا ضروری ہے۔ (ادارہ)

ترتیب وتحقیق: شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ، کُل صفحات: ۶۴۲۸، رعایتی قیمت: ۲۵۰۰، ناشر: عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان۔

عقیدۂ ختم نبوت دین کی اساس ہے۔ اگر کسی کا اس عقیدے پر ایمان نہیں تو اس کی عبادات: نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔ حضور اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں مدعیِ نبوت اسود عنسی نے دعویٰ کیا تو حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے زمین کو اس کے ناپاک وجود سے پاک کیا۔ آپ ﷺ نے اُنہیں ''فاز فیروز'' فرماکر ''تمغۂ کامیابی'' عطا کیا۔ مسیلمہ کذاب نے دعوائے نبوت کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے جہاد کرکے اس کو اور اس کے ماننے والوں کو جہنم رسید کیا۔ اس دن سے آج تک اُمتِ مسلمہ اس عقیدے کی حفاظت کرتی آرہی ہے، جیسا کہ مولانا ابوالقاسم محمد رفیق دلاوری رحمۃ اللہ علیہ نے خیر القرون سے اپنی وفات ۱۹۶۰ء تک کے تمام جھوٹے مدعیانِ نبوت، مسیحیت، مہدویت اور دین میں فتنے برپا کرنے والوں کے حالات اپنی کتاب ''ائمہ تلبیس'' میں تحریر کردیئے ہیں، جن میں ایک مرزا غلام احمد قادیانی بھی ہے، اس کے حالات اور واقعات پر ایک علیحدہ کتاب ''رئیسِ قادیان'' کے نام سے تحریر کی ہے، جس میں ۱۹۳۴ء تک کے حالات آگئے ہیں۔ چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی ہندوستان کے قصبہ قادیان سے تعلق رکھتا تھا، اس وقت مجلسِ احرارِ اسلام جس طرح انگریز کو ہندوستان سے نکالنے کے لئے سرگرم تھی، اسی طرح انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے منصبِ ختمِ نبوت پر ڈاکا ڈالنے والے مرزائیوں کے خلاف بھی محاذ گرم رکھا اور پھر پاکستان بن جانے کے بعد ۱۹۴۹ء میں امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نوراللہ مرقدہٗ نے عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کی بنیاد رکھی، جس نے علمی کے ساتھ ساتھ عملی میدان میں بھی اس محاذ پر محنت اور جدوجہد جاری رکھی۔ یہ تمام تر عملی جدوجہد ۱۹۳۴ء سے ۲۰۱۹ء تک اس تاریخی دستاویز تحریکِ ختمِ نبوت میں جمع کردی گئی ہے۔ چونکہ قادیانیت بہتا ہوا ناسور ہے، جس نے ملتِ اسلامیہ کے جسم کو بے چین کیا ہوا ہے، ہر دور میں اساطینِ اُمت نے اس کا علاج کرنے کی جدوجہد کی ہے اور بڑی حد تک اس میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اب علمائے اُمت نے دنیا پر حجت تمام کردی ہے اور کسی کے لئے اندھیرے میں بھٹکنے کا موقع نہیں رہا۔ اب جو کفر میں گرتا ہے وہ جان بوجھ کر گرے گا۔ کسی کے لئے یہ کہنے کا موقع نہیں ہے کہ مجھے علم نہیں تھا۔

بہرحال یہ کتاب بہت سارے تاریخی شواہد، واقعات اور حالات کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ اس کتاب میں کئی ضروری اور بنیادی چیزوں کو سمودیا گیا ہے، مثلاً: ۱۹۵۳، ۱۹۷۴، ۱۹۸۴ کی تحریکوں کے علاوہ ہر سال کی سالانہ ختمِ نبوت کانفرنس کی مکمل رپورٹ، سالانہ ختمِ نبوت کورسز اور اس میں شرکاء کے اسماء گرامی، مدرسہ عربیہ ختمِ نبوت چناب نگر کے درجہ حفظ، دورہ حدیث اور تخصص کے شرکاء کی تفصیلی فہرست اور تعلیمی رپورٹ، برطانیہ کی ختمِ نبوت کانفرنس کی سال بہ سال تفصیلی رپورٹ، ہر سال قادیانیت سے تائب ہوکر مسلمان ہونے والوں کے حالات، قادیانیوں کے خلاف عدالتی فیصلوں کی مکمل روئیداد، حکومتی سطح پر قادیانی جماعت کی قانون شکنی اور اس کا ردِ عمل، قادیانیت سے متعلق اہم شخصیات کے مضامین، تجزیئے اور رپورٹیں، اس کے علاوہ اُمتِ مسلمہ کی قادیانیت کے خلاف جدوجہد کی پون صدی کی مکمل عکاسی جو بیش بہا معلوماتی خزانہ، تاریخی ورثہ اور منہ بولتے حقائق پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ اس کتاب میں موجود ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو کہ انہوں نے پون صدی پر بکھرے ہوئے علمی وعملی سرمائے کو محفوظ کرکے اُمتِ مسلمہ پر عظیم احسان کیا ہے۔ راقم الحروف توقع رکھتا ہے کہ اُمتِ مسلمہ سے تعلق رکھنے والا ہر فرد اس کتاب کو اپنے گھر کی لائبریری کی زینت بنائے گا۔

(مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ)

REGD. SS. 160

لَانَبِیَّ بَعۡدِیۡ — تاجدارِ ختمِ نبوّۃ زندہ باد — فرما گئے یہ ہادیؐ

بمقام مُسلِم کالونی چناب نگر

شکور رانجھا

عظیمُ الشّان — فقیدُ المِثال

39 ویں 2 روزہ سالانہ

ختمِ نبوّۃ کانفرنس

22 — 23 اکتوبر 2020 بروز جمعرات، جمعۃ المبارک

زیرِ صدارت

حضرۃ مولانا استاذ المحدثین مخدوم العلماء عظیم مذہبی اسکالر
ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان
امیرِ مرکزیہ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوۃ

زیرِ سرپرستی

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت ولیِ کامل حضرۃ مولانا حافظ
محمّد ناصر الدّین خان خاکوانی صاحب حفظہ اللہ
نقشبندی مجددی
نائب امیرِ مرکزیہ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوۃ

زیرِ نگرانی

صاحبزادہ پیرِ طریقت مخدوم العلماء حضرت مولانا ولیِ ابنِ ولی
خواجہ عزیز احمد صاحب حفظہ اللہ
نائب امیرِ مرکزیہ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوۃ

عُنوانات

- ظہورِ امام مہدی علیہ الرضوان اور
- توحیدِ باری تعالیٰ
- عقیدۂ ختمِ نبوّت
- سیرتِ خاتم الانبیاء ﷺ
- حیاتِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام
- عظمتِ صحابہؓ و اہلبیتؓ
- اتحادِ اُمتِ محمّدیہ
- پاکستان کی نظریاتی و جغرافیائی حدود کا تحفّظ

جیسے اہم موضوعات پر علماءِ کرام، مشائخ، قائدین، دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے

شعبہ نشر و اشاعت — عالَمی مجلس تحفُّظِ ختمِ نبوّۃ — چناب نگر ضلع چنیوٹ

0300-7314337
0300-4304277
0301-7972785

خطاطی اینڈ ڈیزائننگ محمد شکور عالم رانجھا — ادارۃ الخطوط گوجرانوالہ — گوجرانوالہ 0300-6411525 0302-6619540